جلد 23 شمارہ 7 ماہ جولائی 2021ء ذیقعد / ذی الحج 1442ھ

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا

اللہ

صداقت

محبت

سلسلہ عالیہ توحیدیہ

بے عرش بھی نیچا جو ہو پرواز مسلسل

ماہنامہ

فلاحِ آدمیت

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا تعارف اور اغراض و مقاصد

- سلسلہ عالیہ توحیدیہ ایک روحانی تحریک ہے جس کا مقصد کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے مطابق خالص توحید، اتباع رسول، کثرت ذکر مکارم اخلاق اور خدمت خلق پر مشتمل حقیقی اسلامی تصوف کی تعلیم کو فروغ دینا ہے۔
- کشف و کرامات کی بجائے اللہ تعالیٰ کے قرب و عرفان اور اس کی رضا و لقاء کے حصول کو مقصود حیات بنانے کا ذوق بیدار کرنا ہے۔
- حضور ﷺ کے اصحاب کی پیروی میں تمام فرائض منصبی اور حقوق العباد ادا کرتے ہوئے روحانی کمالات حاصل کرنے کے طریقہ کی ترویج ہے۔
- موجودہ زمانے کی مشغول زندگی کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے نہایت مختصر اور سہل العمل اوراد و اذکار کی تلقین۔
- غصہ اور نفرت، حسد و بغض، تجسّس و غیبت اور ہوا و ہوس جیسی برائیوں کو ترک کر کے قطع ما سواء اللہ، تسلیم و رضا عالمگیر محبّت اور صداقت اختیار کرنے کو ریاضت اور مجاہدے کی بنیاد بنانا ہے۔
- فرقہ واریت، مسلکی اختلافات اور لاحاصل بحثوں سے نجات دلانا۔ تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کی اہمیت کا احساس پیدا کر کے اپنی ذات، اہل و عیال اور احباب کی اصلاح کی فکر بیدار کرنا ہے۔
- اللہ تعالیٰ کی رضا اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی اور ملت اسلامیہ کی بہتری کی نیت سے دعوت الی اللہ اور اصلاح و خدمت کے کام کو آگے بڑھانا اپنے مسلمان بھائیوں کے دلوں میں قلبی فیض کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی محبّت بیدار کرنا اور روحانی توجہ سے ان کے اخلاق کی اصلاح کرنا ہے۔

ماہنامہ

فلاحِ آدمیّت

گوجرانوالہ

عالمگیر محبت اور بنی نوع انسان کی اصلاح و فلاح کا علمبردار

بیاد
خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ
بانی سلسلہ

محمد صدیق ڈارؒ
بانی مجلہ فلاح آدمیت

نگران و سرپرست اعلیٰ: جناب محمد یعقوب توحیدی شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ
0344-9000042

مجلس ادارت

مدیر: احمد رضا خان 0321-6400942

معاون مدیر: شہزاد محمود بخاری 0301-7430525

نائب مدیر: سید رحمت اللہ شاہ 0333-4552212

خالد مسعود، وحید احمد پیر خان
حافظ محمد یٰسین، عبدالقیوم ہاشمی
پروفیسر محمد شبیر شاہد ہوتوانی
ماجد محمود توحیدی

ترسیل: فہد محمود، محمد ریاض

شیخ سلسلہ و مدیر سے رابطہ

مرکز تعمیر ملت (ڈاکخانہ سیکنڈری بورڈ) وحید کالونی کوٹ شاہاں گوجرانوالہ

info@tauheediyah.com :ای میل Ph: 055-3411030

Website www.tauheediyah.com

پبلشر عامر رشید انصاری نے معراج دین پرنٹرز مچھلی منڈی لاہور سے چھپوا کر مرکز تعمیر ملت، جی ٹی روڈ گوجرانوالہ سے شائع کیا

قیمت شمارہ -/30 روپے ❁❁❁ سالانہ فنڈ -/300 روپے

اس شمارے میں

مضمون	مصنف	صفحہ نمبر
نقوش مہر و وفا	سید رحمت اللہ شاہ	1
قبلہ محمد صدیق ڈارؒ کا آخری دورہ چوک اعظم	اشرف صدیق	11
دنیا و آخرت کی فلاح کے راہنما اصول	ڈاکٹر محمد قاسمی سنبھلی	14
عمل بمقابلہ مقدر	عبدالرشید ساہی	21
شفاء کی خوشبو	حکیم طارق محمود الحسن خضری	25
اسلام کا مقصد	ڈاکٹر غلام جیلانی برق	30
دل اللہ کا گھر	شاہد زبیر	37
اخلاق حسنہ انسانیت کی بنیاد	مولانا ممتاز عالم	42
معاشی نظام کا استحکام	فضل الرحمٰن بن محمد الازہری	45
ذرہ خاک وطن	حکیم محمد سعیدؒ	49
امراض نفس اور ان کا علاج	حکیم محمد اسلم شاہین	53
خوف	شیخ عبدالقادر عیسیٰ الشاذلی	60

نقوشِ مہر و وفا

(فرمودات قبلہ بابا جان محمد صدیق ڈار صاحب توحیدیؒ)

(مرتب: سید رحمت اللہ شاہ)

یہ جو عبادات ہیں ان کا کثرت سے کرنے کا حکم نہیں دیا گیا۔ نمازیں پانچ، روزے تیس، حج اللہ توفیق دے تو سال میں ایک دفعہ، قربانی ایک دفعہ لیکن ذکر کا فرمایا کہ کثرت سے کرنا ہے۔ اس کی کوئی تعداد متعین نہیں کی گئی۔ اہل ایمان کو فرمایا گیا کہ ''اللہ کا بہت زیادہ ذکر کیا کرو۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ عَن ذِكْرِ اللَّهِ.

(سورۃ المنافقون ۶۳۔ آیت ۹)

''اے اہل ایمان! تمہارے مال، اولاد، تمہیں اللہ کے ذکر سے غافل نہ کر دیں''۔

یہ نہ کہ نوکری کرتے کرتے بھول جاؤ۔ مال کماتے کماتے، اپنی اولاد کی خدمت کرتے کرتے اللہ کا ذکر بھول جاؤ۔

وَمَن يَفْعَلْ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ. (سورۃ المنافقون ۶۳۔ آیت ۹)

''جس نے ایسا کیا وہ نقصان اٹھانے والوں سے ہوگا''

اہل ایمان کو کہا کہ تم ذکر کثرت سے کرنا، بھول نہ جانا۔ قرآن میں بیسیوں آیتیں ہیں جن میں یہ کہا گیا ہے کہ یہ نماز کے بعد کرنا ہے۔

فَإِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلَاةَ فَاذْكُرُوا اللَّهَ قِيَاماً وَقُعُوداً وَعَلَى جُنُوبِكُمْ. (سورۃ النساء ۴۔ ۱۰۳)

''جب نماز ادا کر چکو تو کھڑے بھی، بیٹھے بھی، پہلو کے بل لیٹے بھی اللہ کا ذکر کثرت سے کرو''۔

اب یہ صرف نماز سے وہ اعلیٰ درجات حاصل نہیں ہو سکتے، جو ہمہ وقت ذکر کرنے والوں کو حاصل ہوتے ہیں۔ حضرت سلطان باہوؒ بھی فرماتے ہیں:

. . . . . .

؎ جو دم غافل سو دم کافر

سانوں مرشد اے سمجھایا ہو

مرشد نے بتایا کہ جو سانس اللہ کی یاد کے بغیر گزر گیا وہ سانس کفر میں گزرا۔ جتنی زندگی اللہ کے ذکر کے بغیر گزر گئی وہ کفر میں گزری۔ اللہ نے اس کا کثرت سے حکم دیا ہے کہ ذکر کرو۔

اپنے بارے میں بھی یہ فرمایا:

فَاذْكُرُونِيْ أَذْكُرْكُمْ. (سورۃ البقرہ ۲۔ آیت ۱۵۲)

(''اے اہلِ ایمان!) تم میرا ذکر کرو، میں تمہارا ذکر کروں گا۔''

مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔ حدیث قدسی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بندہ ایک دفعہ میرا ذکر کرتا ہے میں دس دفعہ اس کا ذکر کرتا ہوں بندہ چل کے آتا ہے، میں دوڑ کے آتا ہوں''۔

یہ Start بندے کی طرف سے ہونا چاہئے۔ آپ کی طرف سے یہ Start ہونا چاہئے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ یاد بھی فرمائے گا، رحمتوں کا نزول بھی ہوگا۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ اللہ تعالیٰ بندے کو یاد کرے اور بندے کو محسوس ہی نہ ہو۔ اس کے قلب پہ واضح ہوتا ہے۔

اللہ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے کہ

أَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ. (سورۃ الرعد ۱۳۔ آیت ۲۸)

''خبردار! اللہ کے ذکر ہی سے دلوں کو اطمینان ملتا ہے۔''

اس کے علاوہ کوئی اور چیز یہ سکون پیدا ہی نہیں کر سکتی۔ صرف اللہ کے ذکر سے ہوگا۔ جو لوگ اللہ کے ذکر پر آجاتے ہیں ان کے متعلق قبلہ انصاری صاحبؒ نے فرمایا کہ انہیں سب سے پہلی چیز جو حاصل ہوتی ہے وہ اطمینانِ قلب ہے۔ جس کے پیچھے دنیا ماری ماری پھر رہی ہے، اس کی تلاش میں پھر رہی ہے۔ کسی کے ہاتھ سرا نہیں آتا کہ ہمارے عوام کا یہ Problem کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔ جدھر بہت زیادہ دولت ہے، سب سے زیادہ Disturbed societies

وہی ہیں۔ ہماری نگاہوں میں مادّی حوالے سے جن کے پاس بہت مال و دولت ہے وہیں سب سے زیادہ کرائم ہیں۔سب سے زیادہ خودکشیاں ہیں، سب سے زیادہ طلاقیں ہیں، سب سے زیادہ خواب آور دوائیں وہ کھاتے ہیں۔انہیں نیند ہی نہیں آتی۔جو سب سے زیادہ مادّی طور پر اُونچے ہیں سب سے زیادہ Problem انہیں کے ہیں۔اللہ کے ذکر میں جو لوگ آجاتے ہیں وہ ان باتوں سے نکل جاتے ہیں۔

أَلا إِنَّ أَوْلِيَاء اللّهِ لاَ خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلاَ هُمْ يَحْزَنُونَ. (سورۃ یونس۱۰۔:۶۲)

جو اللہ کی دوستی میں آجاتے ہیں، اللہ کے ساتھ دوستی کر لیتے ہیں، اللہ تمام مخلوقوں کا ولی ہے ،اللہ تمام قوموں کا دوست ہے، جو اللہ کے گروہ میں شامل ہو جاتے ہیں، اللہ کا ذکر کرتے ہیں، ان کو دلوں کا اطمینان ایسا حاصل ہوتا ہے جو دنیا کی کسی چیز سے حاصل نہیں ہو سکتا۔دل کو اللہ کا گھر کہا گیا ہے، جیسے میاں محمد بخشؒ کہتے ہیں:

مندر ڈھادے، مسجد ڈھادے، ڈھادے جو کج ڈھیندا
پر دل نہ کسے دا ڈھاویں بندیا، ربّ دلاں وچ رہندا

دل کو اللہ کا گھر کہا گیا ہے۔اللہ کا گھر جو ہے وہ دل ہے۔اس کے گھر میں کسی دوسرے کو بسالیں گے تو پھر یہ دل تکلیف میں رہے گا۔یہ گھر جس کے لئے ہے اس کو بسائیں گے تو اس کو اطمینان آجائے گا۔اللہ کا ذکر کریں گے تو اللہ اس میں آبسے گا۔قبلہ انصاری صاحبؒ نے ایک خط کسی بھائی کے نام لکھا، وہ ہمیں بھی مل گیا۔اس میں باباجیؒ (خواجہ عبدالحکیم انصاری صاحبؒ) نے ایک نوٹ بھی لکھا کہ اس کو سنبھال کر رکھنا۔اس کی کاپیاں بھی دی گئیں، رسالے میں بھی شائع کیا گیا، اب انشاءاللہ باباجیؒ کے سارے خطوط چھپوا رہے ہیں۔یہ خط اس میں بھی آجائے گا۔باباجیؒ نے اس خط میں لکھا کہ اس کو کہہ دیں کہ اس کام میں آہستہ آہستہ چلنا پڑتا ہے۔یہ جلدی والا کام نہیں ہے کہ جلدی ہو جائے۔یہ ذکر جو بتادیا ہے لا الٰہ الا اللّٰہ اور یہ ذکر پاس انفاس جو ہے یہ ساری عمر کرنا ہے۔سب کچھ اسی سے ملے گا۔بتادیا اللہ کا ذکر کہ ہر سانس کے ساتھ اللہ کا ذکر کرو

لا الٰہ الا اللّٰہ کہ دل میں اللہ کے سوا کوئی نہیں۔ بس یہی ہے کہ دل پاک ہوجائے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ہر چیز کی صفائی کے لئے اللہ نے کوئی چیز بنائی ہے۔ کپڑے ہیں وہ صابن سے صاف ہوجائیں گے۔ سوڈا ڈال کر کسی زمانے میں سونے کو صاف کیا جاتا تھا۔ مشینری ہے یہ کسی اور چیز سے صاف ہوجائے گی۔ دِلوں کی صفائی کے لئے اللہ کا ذکر ہے۔ اس سے ہی صاف ہوگا۔ جو اس میں کدورتیں ہیں، برے خیالات اور جو برائی کے سیاہ داغ پڑے ہوئے ہیں، اللہ کا ذکر اُسے دھوڈالتا ہے۔ اس کی صفائی کے لئے اللہ کا ذکر ہے۔ یہ نماز بھی اللہ کا ذکر ہے۔

قرآن مجید میں آیا ہے: وَأَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي. (سورۃ طٰہٰ ۲۰۔ آیت ۱۴)

''اور میری یاد کے لئے نماز قائم کرو''۔

یاد کیلئے نماز بھی ذکر کی ایک صورت ہے، یہ جو ذکر ہے چلتے پھرتے کرنے والا، یہ الگ ہے۔ نماز مخصوص وقت میں ہوتی ہے۔ باوضو ہوتے ہیں، قبلہ رو ہوتے ہیں، بڑی شرائط کے ساتھ ادا ہوتی ہے، لیکن اللہ کا ذکر جو ہے آپ چلتے پھرتے، اُٹھتے بیٹھتے، ہر حال میں کرسکتے ہیں اس ذکر سے ہی دل صاف ہوتا ہے۔ قبلہ انصاری صاحبؒ نے لکھا ہے کہ ساری عمر کرنا پڑتا ہے۔ آہستہ آہستہ اس سے غصہ اور نفرت کی نفی ہوجاتی ہے۔ اللہ سے پیار کرو، اس سے کو ہر مقصود حاصل ہوگا۔ یہ دنیا کا کوئی محبوب نہیں ہے کہ کچھ پیسے خرچ کئے، دو چار مہینے اس کی گلی کے پھیرے لگائے تو مل جائے گا۔ یہ اللہ ہے۔ ساری عمر بھی اللہ اللہ کرتے رہو اور مرتے دم بھی اگر مل جائے تو گھاٹے کا سودا نہیں ہے۔ بڑا زبردست جملہ لکھا ہے کہ ''اس سالک کا انجام جو ہے وہ اللہ کی گود کے سوا اور کہیں نہیں ہوگا''۔ اُدھر ہی جائے گا جس نے ایسا کیا۔ پھر آپ نے لکھا کہ اس کو دیکھو کہ دنیا کے کسی معزز مہمان کو گھر بلانا ہوتا ہے تو کیسے ہم صفائی کرتے ہیں۔ کہتے ہیں چلو جی صفائیاں کرو گھر کی، مہمان آرہے ہیں۔ پیر صاحب آرہے ہیں۔ سب گند جو ہے یہ ہٹاؤ، پردے اتروادیے، اس کے بعد سفیدی یا چونا کرتے ہیں۔ پردے اچھے اور Decoration کے لئے پھول جو ہیں یہ تیار کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ آپ فلاں تاریخ کو ہمارے گھر تشریف لائیں۔

فرمایا: اللہ جو ہے یہ دل اس کا گھر ہے۔ اس کو بھی اسی طرح صاف کریں۔ پہلے اس میں جو گند ہے اسے نکالیں۔ آپؒ نے لکھا کہ یہ غصہ، نفرت، غرور، اور یہ غیبت یہ اس کے گند ہیں۔ ان کو نکالنا ہے، صاف کرنا ہے۔ پھر فرمایا کہ نماز اور ذکر سے اس میں سفیدی کرو۔ دونوں اکٹھے ہیں۔ ان سے سفیدی کرو، یہ صاف ہو جائے گا۔ پھر اس کو اخلاق حسنہ کے پھولوں سے سجاؤ۔ لکھا کہ اس میں محبت اور صداقت سب سے اچھے پھول ہیں۔ ان سے سجاؤ، پھر دیکھو کیسے نہیں آتا!!! اس قابل بناؤ اسے پھر دیکھو کیسے نہیں آتا۔ یہ بات آپؒ نے ایک خط میں تفصیلی طور پر بتادی کہ ایسے ہے۔ یہ کرنا پڑتا ہے، آہستہ آہستہ ہو جاتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کی ایک حدیث مبارکہ ہے: آپ ﷺ نے پوچھا کہ کسی آدمی کے گھر کے سامنے اگر نہر بہہ رہی ہو اور پانچ دفعہ وہ اس میں نہا آئے تو اس کے جسم پر میل کچیل رہ سکتی ہے؟ صحابہؓ نے فرمایا: یارسول اللہ ﷺ! نہیں!! فرمایا: یہ نماز بھی ایسے ہی ہے۔ انسان اس نہر سے یا پانی سے جو گندگی دور کرتا ہے تو یہ بھی ایسے ہی ہے۔ یہ نماز بھی ایسے ہی انسان کو دھو ڈالتی ہے، جو بندہ پانچ وقت نماز پڑھتا ہے۔

نہانا تو اس کے اندر ہوتا ہے کہ انسان ڈبکی لگائے۔ سارے جسم کو ڈبوئے۔ باہر خالی ہاتھ لگانے سے تو نہیں ہوتا۔ نماز میں بھی وہ استغراق حاصل ہو جائے، صحیح جو ہے۔ یکسوئی حاصل ہو جب تک نماز میں آپ رہیں اللہ اکبر سے سلام پھیرنے تک کوئی دوسرا خیال آپ کے دل میں نہ آئے۔ وہ اصل نماز ہوتی ہے۔ یہ کیفیت کبھی بھی حاصل نہیں ہو سکتی جب تک آپ چوبیس گھنٹے اللہ کے ذکر کا گُر نہیں سیکھ لیتے۔ ایسے یہ کبھی حاصل نہیں ہوگی۔ ساری عمر پڑھتے رہیں۔ جونہی نماز میں جاتے ہیں، خیال بھاگ کر اُدھر چلا جاتا ہے۔ دکان میں، کاروبار میں، دفتروں میں، جو کچھ اپنا Profession ہے اس طرف دماغ چلا جاتا ہے۔ زمیندار ہوں تو وہ دماغ چارے اور جانوروں کی طرف آئے گا۔ دفتر میں کام کرتے ہیں تو یہ اُدھر بھاگ جائے گا۔ جب تک وہ (دماغ) قابو نہ آئے نماز نہیں ہو سکتی۔

نماز میں یہ جو اللہ اکبر کہا ہے اس تکبیر کو تکبیر تحریمہ کہتے ہیں۔ تکبیر کیا ہے؟ تکبیر تو ہے

اللہ اکبر۔اللہ اکبر کہنا یہ تکبیر ہے۔نعرۂ تکبیر،"اللہ اکبر"۔اللہ کی بڑائی بیان کرنا،اس کو تکبیر کہتے ہیں لیکن یہ تکبیر تحریمہ ہے۔کیوں تکبیر تحریمہ ہے؟اس لئے کہ اس اللہ اکبر سے بہت سی چیزیں حرام ہو جائیں گی۔نماز میں یہ پہلی تکبیر جو ہے یہ بہت سی چیزوں کو حرام کر دیتی ہے۔اسی لئے اسے تکبیرِ تحریمہ کہتے ہیں۔کیا کیا حرام ہوگا؟اب آپ نے نماز کی نیت کر لی ہے۔اب اسے چھوڑ کر آپ اپنے بٹن یا ٹائی ٹھیک نہیں کر سکتے۔نہ بالوں کو اور داڑھی کو ٹھیک کر سکتے ہیں۔اب آپ نیت کر کے اللہ کے حضور کھڑے ہو گئے ہیں۔اب یہ حرکت کرنی منع ہے۔کوئی ایسا کام کر رہے ہوں جس سے یہ پتہ چلے کہ آپ نماز میں نہیں ہیں جیسے شلوار یا تہبند ٹھیک کر رہے ہیں تو نماز ٹوٹ جائے گی اِدھر اُدھر دیکھ نہیں سکتے۔کوئی بات،نماز سے باہر جو ہے وہ نماز میں ادا نہیں کر سکتے۔نماز فسخ ہو جائے گی۔اچھی بات ہے،آپ کو چھینک آئی،آپ نے کہہ دیا الحمدللہ تو نماز ٹوٹ جائے گی۔اللہ کا حکم ہے لیکن نماز میں کہہ دیا تو نماز ٹوٹ جائے گی۔نماز کے الفاظ سے باہر کوئی لفظ ادا نہیں کر سکتے۔کوئی قرآن پڑھ رہا ہے،غلط پڑھ رہا ہے،آپ نے تصحیح کر دی تو آپ کی نماز ٹوٹ گئی۔کسی نے کوئی بات کی،آپ نے کہہ دیا: الحمد للہ! سبحان اللہ تو آپ کی نماز ٹوٹ گئی۔حالانکہ اللہ کی بڑائی بیان کی گئی ہے۔

یہ تکبیر تحریمہ ہے جو حرام کر دیتی ہے کہ اِدھر اُدھر جا نہیں سکتے۔کوئی حرکت نہیں کر سکتے۔چل پھر نہیں سکتے۔ہاتھوں کو کھول کر کوئی کام نہیں کر سکتے تو وہ جو دماغ ہے اس کا نماز میں سوچنا کیسے حلال ہو سکتا ہے؟یہ سارے کام تو حرام ہیں اور یہ اللہ کے سوا سوچنا جو ہے یہ کیسے حلال ہو سکتا ہے؟بالکل نہیں۔دماغ کو اِدھر ہی نماز میں رہنا چاہئے۔نماز میں کچے ہو یا پکے،پکے ہو تو اس میں کسی کو نہیں آنا چاہئے۔نبی پاک ﷺ کی حدیث مبارکہ ہے کہ اگر کوئی بندہ دو رکعت نماز پڑھے۔صرف دو رکعت لیکن ایسی پڑھے کہ بیچ میں اس کا نفس بھی جو ہے یہ کوئی بات نہ کرے۔نماز کے علاوہ کوئی خیال بیچ میں نہ آئے۔فرمایا:اللہ اس کے سب گناہ معاف کر دے گا۔اس دو رکعت نماز سے۔کتنے پیار والی بات ہے۔یہ حاصل ہونے کے لئے یہ ہے کہ اللہ کے ذکر کا

غلبہ ہونا چاہئے۔کیوں نہیں ہوتیں؟اس لئے کہ پانچ نمازیں پڑھیں گے تو اس کا ٹوٹل ٹائم ڈیڑھ گھنٹہ لگے گا۔اس میں آپ نے اللہ کو یاد کیا۔باقی جو ساڑھے بائیس گھنٹے ہیں وہ بک بک،جھک جھک دنیا کی۔غلبہ کس کا ہوگا؟ دنیا کا ہی ہوگا۔ڈیڑھ گھنٹے کا غلبہ نہیں ہوسکتا۔اس لئے اللہ نے کہا کہ کثرت سے اللہ کو یاد کرو۔قرآن میں سورۃ الاعراف میں اس کا طریقہ بھی بتایا گیا ہے۔ بزرگوں نے اسی کو استعمال کیا ہے۔

وَاذْكُر رَّبَّكَ فِي نَفْسِكَ. ''اپنے ربّ کو اپنے نفس میں یا دل میں یاد کرو''۔ نفس سانس کو بھی کہتے ہیں،دل کو بھی کہتے ہیں۔

وَاذْكُر رَّبَّكَ فِي نَفْسِكَ.اپنے ربّ کو اپنے دل میں یاد کرو۔

تَضَرُّعاً وَخِيفَةً وَدُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ. ''عاجزی کے ساتھ اور ڈر کے ساتھ اور آواز نکالے بغیر۔'' دُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ. '' آواز نہیں نکلے گی باہر۔بلند آواز سے نہیں ہوگا ،دل میں کرنا ہے۔بِالْغُدُوِّ وَالآصَالِ وَلاَ تَكُن مِّنَ الْغَافِلِينَ. صبح اور شام،اور بھولنے والوں میں سے نہیں ہونا۔غفلت سے بچنے کا اللہ نے جو کہا وہ یہ ہونا چاہئے۔یہ کرنا ہے۔جب تک یہ نہیں کریں گے،وہ بات نہیں بنے گی۔قرآن میں اور بھی آیتیں ہیں۔اللہ کہتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ لاَ تَقْرَبُواْ الصَّلاَةَ وَأَنتُمْ سُكَارَى حَتَّى تَعْلَمُواْ مَا تَقُولُونَ.

(سورۃ النساء۴۔آیت۴۳)

نماز کے قریب نہ آؤ جب تم نشے کی حالت میں ہو۔نشے کی کسی چیز کا نام نہیں لیا۔ چرس،افیم،یا یہ چیزیں نہیں ہیں۔جب تم نشے میں ہو تو نماز کے قریب نہیں آنا۔اس کی تعریف فرمائی،آگے اسے Define کیا کہ نشہ کیا ہے؟جب تمہیں یہ نہ پتا چلے کہ منہ سے کیا کہہ رہے ہو نشے کی Definition یہ کی کہ جب پتا نہ چلے کہ میں منہ سے کیا کہہ رہا ہوں،اس وقت نماز نہیں پڑھنی۔ہمیں تو کوئی بھی پتا نہیں ہوتا۔ہم نماز پڑھتے ہیں،جس کا گھوٹا لگا ہوا ہوتا ہے وہی سورۃ یا وہی آیت چل پڑتی ہے۔الم تر کیف ہے تو اسے پڑھ لیا۔قل ھو اللہ ہے تو یہ چل جائے گی

انـا اعـطینـا ہےتو وہ Automatic چل جائے گی۔آپ کو یاد نہیں ہوگا کہ کون سی پڑھی ہے؟ امام کے پیچھے کھڑے ہیں تو امام نے کون سی سورۃ پڑھی ہے؟ کوئی یاد نہیں۔رکوع اور سجود ہو رہا ہے سارا کچھ مگر یہ نہیں پتا کہ اللہ کے سامنے میں نے کیا کہا؟ یا میں اللہ کے سامنے کیا عرض کر رہا تھا؟ میرا دل اس کے ساتھ ہونا چاہئے، وہ نہیں ہوتا۔یہ نشہ کام کا بھی ہوسکتا ہے، کسی بندے کا بھی ہوسکتا ہے۔وہ جو چھایا ہوا ہے، اسی کا نشہ ہے۔وہی تمہارا رہبر ہے جس کا تم پہ غلبہ ہے۔ یہ جب تک مشق نہ کی جائے ذکر کی، چلتا رہے گا۔بندہ دکان پر بیٹھا ہوا ہے، اللہ کا ذکر کر رہا ہے۔ گاڑی چلا رہا ہے اس میں اللہ کا ذکر کر رہا ہے۔گھاس کاٹ رہا ہے، چارہ جانوروں کو ڈال رہا ہے، اس میں اللہ کا ذکر کر رہا ہے۔اس کے سانس کے ساتھ رواں ہوجاتا ہے۔ذکر جاری ہوجاتا ہے۔ وہ جو کام کاج کے دوران بھی اللہ کا ذکر کر رہا ہے، اس کو نماز کے دوران کون اللہ کے ذکر سے فارغ کرسکتا ہے۔حضورﷺ کی ایک حدیث بھی ہے:

المؤمن فی المسجد کالسمک فی الماء

''مومن مسجد میں ایسے ہی ہے جیسے مچھلی پانی میں''۔

پانی میں اسے سکون ملتا ہے، باہر نکالو تو تڑپتی ہے۔مومن بھی مسجد سے باہر یا ذکر سے باہر جب آتا ہے تو وہ تڑپتا رہتا ہے، جب اُدھر آتا ہے تو اس کو چین وسکون مل جاتا ہے۔ہم جو ہیں جب نماز میں آتے ہیں تو سوچتے ہیں کہ جلدی جلدی پڑھ لیں، پھر کام کو جائیں۔دل اُدھر ہوتا ہے اُدھر کام کی طرف بھاگتا ہے۔دل اس میں ہونا چاہئے۔ایک منٹ ہوں یا دو منٹ ہوں، اطمینان کے ساتھ نماز پڑھنی چاہئے۔اطمینان کے ساتھ وضو کرے۔ساتھ ہی خیال کرے کہ جب ہاتھ دھوئے تو یہ خیال کرے کہ اگر اس ہاتھ سے کوئی غلطی کی تو اللہ معاف کردے۔کُلی کی تو وضو میں یہ خیال کرے کہ تیری شان کے خلاف زبان سے کوئی بات نکالی ہو تو غلطی ہوگئی، معاف کردے۔ ناک میں پانی ڈالا، منہ، ہاتھ، پیر دھوئے تو ساتھ یہ بھی خیال کرے۔تیار ہوجائے کہ اب میں اللہ کے دربار میں حاضر ہو رہا ہوں۔پھر پڑھے۔شاید وارث شاہ نے یہ لکھا ہے کہ

نماز فرض ہوئی بادشاہ اُتے
اے نئی اتری کمیاں کمینیاں اُتے

جو بادشاہ ہوتے ہیں ناں ان کو نماز پڑھنی چاہئے، اس پہ نماز فرض ہوتی ہے۔ باقی نوکر چاکر یہ جو ہیں ان پہ نماز فرض نہیں ہے۔ اس کا مطلب انسان کے جسم سے ہے کہ یہ تو سارے اعضاء نوکر ہیں، Mind جو ہے یہ ماسٹر ہے۔ یہ کنٹرول کرتا ہے۔ اس ہاتھ کو تو جو آپ لکھتے ہیں لکھ دیتا ہے، اس کو تو نہیں پتا کہ "ب" کیسے ہوتی ہے، قلم کو تو نہیں پتا، نہ انگلی کو پتا ہے۔ کنٹرولر وہ دماغ ہے، وہ کنٹرول کرتا ہے، جو تصویر چاہتا ہے بنا دیتا ہے۔ جو بات بولنا چاہتا ہے یہ سارے Organ جو ہیں یہ Active ہو جاتے ہیں۔ اور وہ بول دیتا ہے۔ ماسٹر وہ ہے۔ بادشاہ نے نماز پڑھنی ہے۔ اس کو حاضر ہونا ہے۔ یہ ہاتھ، پاؤں لگا دیے، یہ لگے ہوئے ہیں، اور بادشاہ غائب ہے۔ اس کو حاضر رہنا ہے۔ بادشاہ پہ فرض ہے۔ یہ ہاتھ، پاؤں تو ملازم ہیں اس کے اصل اس نے پڑھنی ہے۔

پرانے زمانے کی باتیں بھی لکھی ہوئی ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا مشہور واقعہ آتا ہے کہ ان کو ایک تیر لگ گیا تھا، وہ باہر نہیں نکلتا تھا، بڑا درد ہوتا تھا۔ جب تیر لگ جاتا تو اسے واپس اُلٹا نکالنا بڑا مشکل ہوتا تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اس کو رہنے دو، نماز جب پڑھیں گے تو اُس وقت نکال لینا۔ آپؓ نے نماز شروع کی، اتنا استغراق کہ نہ ٹانگ کا اور نہ تیر کا ہوش ہے۔ اس حالت میں یہ تیر کھینچ لیا گیا، پتا بھی نہیں چلا۔ یہ استغراق ہے۔

پرانے زمانے کی نہیں، اب یہ اس زمانے کی بات ہے۔ اشفاق احمد نے زاویہ کتاب میں لکھا ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ جامعہ اشرفیہ یہ جو لاہور والی ہے اس کے بانی مولانا محمد حسن صاحبؒ تھے۔ مولانا اشرف علی تھانوی صاحبؒ کے خلیفہ تھے، انہوں نے یہ مدرسہ بنایا۔ ہم نے تو Visit نہیں کیا لیکن سنا ہے کہ اب بھی ہزاروں طالب علم پڑھتے ہیں۔ باہر کے ملکوں سے بھی آتے ہیں۔ ان کو ٹانگ میں گمبھیر ہو گیا۔ سب نے کہا کہ یہ لاعلاج ہے۔ اب یہ زہر آہستہ آہستہ

آگے پھیل رہا ہے، یہ ٹانگ کاٹنی پڑے گی ورنہ یہ سارے جسم میں پھیل جائے گا۔طبیبوں نے بھی جواب دے دیا۔ڈاکٹروں نے بھی جواب دے دیا کہ آپریشن ہوگا۔ٹائم سیٹ ہوگیا۔ان کو لے گئے۔سارے معتقدین بھی ساتھ تھے۔انہوں نے کہا کہ لو جی! اب آپ کو ٹیکہ لگاتے ہیں، آپ بیہوش ہو جائیں گے تاکہ آپ کی ٹانگ کاٹی جا سکے۔انہوں نے کہا کہ میں نے ٹیکہ نہیں لگوانا۔اُنہوں نے کہا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ ٹانگ کاٹنی ہے، کانٹا بھی نکالنا ہو تو تکلیف ہوتی ہے، ٹیکہ لگانا پڑے گا۔اِنہوں نے کہا کہ اس کا مطلب ہے کہ میرا دماغ ماؤف ہو جائے گا؟ بالکل بند ہو جائے گا؟اِنہوں نے کہا کہ میں تو یہ بھی نہیں چاہتا کہ ایک سیکنڈ کے لئے بھی میرا دماغ اللہ کے خیال سے ہٹے۔مولانا محمد حسن صاحبؒ نے رومال لیا ہوا تھا، اِنہوں نے وہ منہ پر لیا اور ایک طرف منہ کر کے لیٹ گئے کہ آپ اپنا کام کریں، مجھے اپنا کام کرنے دیں۔ میں نے Injection نہیں لگوانا۔اس حالت میں ان کی ٹانگ کاٹی گئی۔آری سے کاٹی گئی یا کسی مشین سے کاٹی گئی، مگر کاٹی گئی۔اُنہوں نے اسے بند کیا۔پٹیاں لگائیں، سب کچھ کرلیا۔اشفاق احمد نے لکھا ہے کہ Medical history کا یہ منفرد کیس ہے کہ اتنا Major آپریشن بغیر نشہ کے کیا جائے۔جب ڈاکٹروں نے سب کچھ کرلیا تو وہ خود ہی بولے کہ میاں کام ہوگیا؟ جواب ملا: جی ہوگیا۔فرمایا: اچھا جی! بہت تکلیف دی، آپ کو بہت زحمت دی، بہت بہت شکریہ۔ اُس زمانے میں ہی نہیں، اِس زمانے کی بھی مثال ہے۔اتنا استغراق ہو اللہ کی طرف تو سب کچھ ہوسکتا ہے۔اب بھی ہوتا ہے۔

اس نماز کو ہم نے Improve کرنا ہے، اس کی اچھی کوالٹی بنائیں۔علامہ بھی فرماتے ہیں:

؎ ہر لحظہ ہے مومن کی نئی آن نئی شان

ہر لحظہ یہ دوسرا لحظہ جو ہے یہ اوپر ہونا چاہئے۔یہ ہوسکتا ہے بشرطیکہ اُس لحظہ کو ہم نے کیش کیا ہو۔ اسے صحیح معنوں میں Utilize کیا ہو۔

قبلہ محمد صدیق ڈارؒ کے آخری دورۂ چوک اعظم کی ایک جھلک

(اشرف صدیق: چوک اعظم)

تیری یاد سینوں میں بسا رکھی ہے
ہنگامہ شوق میں محفل سجا رکھی ہے

جس طرح ایک گلدستہ میں بظاہر مختلف رنگ، خوشبو اور جسامت کے پھول ہوتے ہیں مگر ان باہمی مختلف پھولوں کا امتزاج ہی گلدستہ کا حسن ہوتا ہے۔ اسی طرح سلسلہ توحیدیہ کا ہر حلقہ کسی نہ کسی حوالہ سے منفرد حیثیت کا حامل ہے۔ مگر جو اہمیت اور خوش قسمتی چوک اعظم کے حصے میں آئی شاید وہ پورے سلسلہ توحیدیہ میں کسی اور کو نہ ملی۔ اس کی وجہ قبلہ بابا جی محمد صدیق ڈارؒ کا یہ فرمان ہے کہ "چوک اعظم کا حلقہ ایک مثالی حلقہ ہے اور میں خود بھی اس کا فرد ہوں"۔

بابا جی ڈار صاحبؒ کی حیات مبارکہ کا آخری سالانہ دورہ نومبر 2012ء کو چوک اعظم ہوا۔ بھائیوں کیلئے خوشی اور عید کا سماں تھا۔ جب بابا جی ڈار صاحبؒ چوک اعظم تشریف لائے تو سب بھائیوں نے بھرپور طریقے سے خوش آمدید کہا پھولوں کے ہار پہنائے اور گلدستے پیش کئے۔ وارڈ نمبر 2 اعوان کالونی مبشر رشید کی رہائش گاہ لے آئے جہاں لیاقت صاحب خادم حلقہ مبشر رشید اور اشرف صدیق کے اہل خانہ نے بابا جی ڈارؒ کا استقبال کیا فرمانے لگے اس بار میرا قیام پانچ دن کا ہے قبل ازیں سالانہ دورہ دو دن پر مشتمل ہوتا تھا۔

اس روز نماز مغرب کے بعد حلقہ ذکر ہوا جو تقریباً ایک گھنٹہ سے بھی زیادہ جاری رہا۔ ذکر کے اختتام کے بعد روحانی درجات کی بلندی، ملک پاکستان کی خوشحالی اور نیک و صالح حکمرانی کے لئے خصوصی دعا کی گئی۔ دُعا کے بعد نماز عشاء ادا کی گئی۔ نماز کے بعد بھائیوں نے بابا جیؒ کے گرد گھیرا تنگ کرنے کی کوشش کی لیکن کھانے کا سگنل مل گیا۔ گوشت روٹی کے ساتھ بھائیوں کی تواضع کی گئی۔ کھانے کے بعد سب بھائی بابا جی ڈار صاحبؒ کے قریب ہو گئے۔ گفتگو کا سلسلہ چل

نکلا ۔بابا جی ڈار صاحبؒ گفتگو فرما رہے تھے انکی پر اثر ،پر تاثیر گفتگو کی لذت اور سرور و مستی بھائیوں کے دلوں کو راحت پہنچا رہی تھی ۔بابا جی ڈار صاحبؒ نے فرمایا:

23 جنوری بروز اتوار ربانی سلسلہ بابا جان عبدالحکیم انصاریؒ کے یوم وصال پر بہت اچھا پروگرام رہا تقریباً 100 کے قریب بھائی آئے ہوئے تھے ۔کھانے میں مرغ اور نان تھے ۔ کھانے کے بعد پھل اور چائے کا دور چلا ۔ذکر ہوا ،دلوں کو اتنا سرور ملا کہ سب جھوم رہے تھے اور کیفیت الفاظ میں بیان نہیں ہو سکتی ۔پھر فرمایا جب ہم درود شریف اور ذکر کا ثواب بھیجتے ہیں تو خود حضور پاک ﷺ انصاری صاحبؒ سے فرماتے ہیں کہ انصاریؒ صاحب آپ کی ڈاک آ گئی ہے ۔ جب دنیا سے پاکیزہ روح جاتی ہے تو فرشتے ،اولیاء اللہ اور بزرگان دین جو دنیا سے پردہ کر گئے ہوتے ہیں سارے استقبال کے لئے کھڑے ہوتے ہیں اور بہت بڑا جشن منایا جاتا ہے ۔

بابا جی ڈار صاحبؒ کی محفل میں ہر بھائی جو اپنے من میں سوالات لیکر بیٹھا ہوتا تھا، بابا جیؒ کی باتوں سے خود بخود سارے سوالات کے جوابات مل جاتے اور سوال کرنے کی نوبت نہ آئی ۔گفتگو کے سلسلے کو آگے بڑھاتے ہوئے فرمایا کہ بابا جی انصاری صاحبؒ نے ایک دفعہ اجتماع کے موقع پر مجھے (محمد صدیق ڈارؒ) کام کرتے دیکھ کر فرمایا کہ مرنا تو ایک دن ہر ایک نے ہے لیکن جب میں ڈارؒ کو دیکھتا ہوں تو میری فکر ختم ہو جاتی ہے کہ میرے پیچھے میرا کام سنبھالنے والا کوئی ہے ۔بارش شروع ہوگئی تو سب بھائی کمروں میں چلے گئے ۔بابا جی انصاری صاحبؒ اکیلے بیٹھے تھے آواز دی کہ ڈارؒ! تم میرے پاس آ کر بیٹھ جاؤ میں جا کر بیٹھ گیا فرمایا "ڈار! تم میری کاپی ہو" بابا جی ڈار صاحبؒ نے کہا میں اس لائق کہاں! بابا جی انصاری صاحبؒ نے فرمایا "ہم تم سے بہت خوش ہیں اس لئے اللہ بھی تم سے بہت خوش ہے" ۔بابا جی ڈار صاحبؒ نے کہا کہ یہ سب آپ کی دعاؤں کا رنگ چڑھا ہوا ہے ۔

بابا جیؒ کی پر اثر گفتگو میں وقت کی رفتار بھی کچھ تیز ہوگئی ۔اور گھڑی نے دس بجا دیے ۔ بھائی اٹھنے کا نام نہیں لے رہے تھے اور بابا جی سفری تھکاوٹ اور مسلسل بول چال کے باوجود بھی

تروتازہ اور ہشاش بشاش دکھائی دے رہے تھے۔تاہم ساڑھے دس بجے محفل اختتام پذیر ہوئی۔ بابا جی آرام کرنے کے لئے کمرے میں تشریف لے گئے اور مقامی بھائی اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہوئے۔خواتین کا حلقہ بھی آپؒ کے دورِ حیات میں چوک اعظم میں شروع ہوا۔بیعت شدہ خواتین کی تعداد گیارہ تھی۔بابا جیؒ کے سالانہ دورہ پر عقیدت اور محبت میں انکا جوش بھی دیدنی ہوتا تھا۔

باقی ایام میں بھی وعظ و نصیحت کا سلسلہ جاری رہا آخر کار وہ گھڑی آ پہنچی جس نے سب کو افسردہ کر دیا۔سارے بھائی اس الوداعی سلام میں اس کیفیت سے گزر رہے تھے کہ یہ بابا جی ڈارؒ کی حیات مبارکہ کا آخری سالانہ دورہ ہے۔الوداعی سفر کے لئے رضوان صاحب نے گاڑی کا اسٹیرنگ سنبھال کر مرکز کی طرف رخ کر لیا۔مبشر اور عامر صاحب بھی ہمراہ تھے۔بابا جی کی خواہش پر پورے راستے یہ کلام سنا جا رہا تھا۔

دکھ رج رج دا تانوں سہنا اے
میلے نے آج وچھڑ جانا اے

بابا جی کے ساتھ سب کی آنکھیں نم تھیں۔

میں اس اعزاز کو بھی بیان کر دوں جو حلقہ چوک اعظم کے اراکین کے حصے میں آیا۔ خود بابا جی ڈار صاحبؒ نے مبشر اور لیاقت صاحب کو مرکز طلب کیا۔اسی رات آپؒ کا وصال مبارک ہوا۔وصال کی خبر انہیں راستے میں ملی۔

ہمیں جان دینی ہے ایک دن وہ کسی طرح وہ کہیں سہی
ہمیں آپ کھینچے دار پر، جو نہیں کوئی تو ہم ہی سہی

اللہ رب العزت بابا جی ڈارؒ کے درجات بلند تر فرمائے اور ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے۔ آمین!

دنیاوآخرت کی فلاح کے راہنما اصول

(ڈاکٹر محمد قاسمی سنبھلی)

''ان ایمان والوں نے یقیناً کامیابی حاصل کر لی، جن کی نمازوں میں خشوع و خضوع ہے۔ جولغو کاموں سے دور رہتے ہیں۔ جوزکوٰۃ کی ادائیگی کرتے ہیں۔ جواپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں سوائے اپنی بیویوں اوران کنیزوں کے جوان کی ملکیت میں آچکی ہوں کیونکہ ایسے لوگ قابل ملامت نہیں ہیں۔ ہاں جولوگ اس کے علاوہ کوئی اور طریقہ اختیار کرنا چاہیں تو ایسے لوگ حد سے گزرے ہوئے ہیں۔ اور وہ جو اپنی امانتوں اوراپنے عہد کا پاس رکھنے والے ہیں۔ اور جواپنی نمازوں کی پوری نگرانی رکھتے ہیں یہ ہیں وہ وارث جنہیں جنت الفردوس کی میراث ملے گی۔ یہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔''

(سورۃ المومنون کی ابتدائی گیارہ آیات میں مومنین کی صفات کا مفہوم)

اللہ تعالیٰ (جوانس وجن تمام مخلوقات کا پیدا کرنے والا ہے، جوخالق اور مالک و رازق کائنات ہے، جس کا کوئی شریک نہیں ہے، جوانسان کی رگ رگ سے ہی نہیں بلکہ کائنات کے ذرّے ذرّے سے اچھی طرح واقف ہے) نے انسان کی کامیابی کیلئے ان آیات میں اللہ اوراس کے رسول ﷺ پر ایمان کے علاوہ وہ صفات ذکر فرمائی ہیں کہ اگر کوئی شخص واقعی کامیاب ہونا چاہتا ہے تو وہ دنیاوی فانی زندگی میں موت سے قبل ان سات اوصاف کواپنے اندر پیدا کرلے۔ ان سات اوصاف کے حامل ایمان والے جنت کے اس

حصے کے وارث بنیں گے جو جنت کا اعلیٰ وبلند حصہ ہے، جہاں ہر قسم کا سکون واطمینان وآرام وسہولت ہے۔ جہاں ہر قسم کے باغات، چمن، گلشن اور نہریں پائی جاتی ہیں، جہاں خواہشوں کی تکمیل ہے، جس کو قرآن وسنت میں جنت الفردوس کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ یہی اصل کامیابی ہے کہ جس کے بعد کبھی ناکامی، پریشانی، دشواری، مصیبت اور تکلیف نہیں ہے، لہٰذا ہم دنیاوی عارضی ومحدود خوشحالی کو فلاح نہ سمجھیں بلکہ ہمیشہ کی کامیابی کے لیے کوشاں رہیں۔

ایمان والوں سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کیا، حضور اکرم ﷺ کو آخری پیغمبر تسلیم کیا اور آپ کی تعلیمات پر عمل پیرا ہوئے۔ انسان کی کامیابی کے لیے سب سے پہلی اور بنیادی شرط اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لانا ہے، اس کے علاوہ انسان کی کامیابی کے لیے جو سات اوصاف اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان آیات میں ذکر فرمائے ہیں وہ یہ ہیں:

1) خشوع خضوع کے ساتھ نماز کی ادائیگی:

خضوع کے معنی ظاہری اعضاء کو جھکانے (یعنی جسمانی سکون) اور خشوع کے معنی دل کو عاجزی کے ساتھ نماز کی طرف متوجہ رکھنے کے ہیں۔ خشوع وخضوع کے ساتھ نماز پڑھنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ ہم نماز میں جو کچھ پڑھ رہے ہیں اس کی طرف دھیان رکھیں اور اگر غیر اختیاری طور پر کوئی خیال آجائے تو وہ معاف ہے لیکن جوں ہی یاد آجائے دوبارہ نماز کے الفاظ کی طرف متوجہ ہو جائیں۔ غرض یہ کہ ہماری پوری کوشش ہونی چاہیے کہ نماز کے وقت ہمارا دل اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہے اور ہمیں یہ معلوم ہو کہ ہم نماز کے کس رکن میں ہیں اور کیا پڑھ رہے ہیں۔ اسی طرح ہمیں اطمینان وسکون کے ساتھ نماز پڑھنی چاہیے جیسا کہ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف لائے۔

ایک اور صاحب بھی مسجد میں آئے اور نماز پڑھی پھر (رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور) رسول اللہ ﷺ کو سلام کیا۔ آپ نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا: جاؤ نماز پڑھو کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی۔ وہ گئے اور جیسے نماز پہلے پڑھی تھی ویسے ہی نماز پڑھ کر آئے، پھر رسول اللہ ﷺ کو آ کر سلام کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جاؤ نماز پڑھو کیوں کہ تم نے نماز نہیں پڑھی۔ اس طرح تین مرتبہ ہوا۔ ان صاحب نے عرض کیا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے، میں اس سے اچھی نماز نہیں پڑھ سکتا، آپ مجھے نماز سکھایئے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم نماز کے لیے کھڑے ہو تو تکبیر کہو پھر قرآن مجید میں سے جو کچھ پڑھ سکتے ہو پڑھو۔ پھر رکوع میں جاؤ تو اطمینان سے رکوع کرو، پھر رکوع سے کھڑے ہو تو اطمینان سے کھڑے ہو، پھر سجدہ میں جاؤ تو اطمینان سے سجدہ کرو، پھر سجدہ سے اُٹھو تو اطمینان سے اُٹھو۔ یہ سب کام اپنی پوری نماز میں کرو۔ (**صحیح بخاری**)

2) لغو کاموں سے دوری:

لغو اس بات اور کام کو کہتے ہیں جو فضول، لایعنی اور لاحاصل ہو، یعنی جن باتوں یا کاموں کا کوئی فائدہ نہ ہو۔ مالک حقیقی نے ان آیات میں ارشاد فرمایا کہ لغو کاموں کو کرنا تو درکنار ان سے بالکل دور رہنا چاہیے۔ ہمیں ہر فضول بات اور کام سے بچنا چاہیے قطع نظر اس کے کہ وہ مباح ہو یا غیر مباح کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: انسان کا اسلام اسی وقت اچھا ہو سکتا ہے جب کہ وہ بے فائدہ اور فضول چیزوں کو چھوڑ دے"۔ (**ترمذی**)

3) زکوٰۃ کی ادائیگی:

انسان کی کامیابی کے لیے تیسری اہم شرط زکوٰۃ کے فرض ہونے پر اس کی ادائیگی ہے، زکوٰۃ اسلام کے بنیادی پانچ ارکان میں سے ایک ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن کریم

میں نماز کے بعد سب سے زیادہ حکم زکوٰۃ کی ادائیگی کا ہی دیا ہے۔سورۃ التوبہ میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے لیے بڑی سخت وعید بیان فرمائی ہے جو اپنے مال کی کما حقہ زکوٰۃ نہیں نکالتے۔ان کے لیے بڑے سخت الفاظ میں خبر دی ہے، چنانچہ فرمایا گیا کہ جو لوگ اپنے پاس سونا چاندی جمع کرتے ہیں اور اس کو اللہ کے راستے میں خرچ نہیں کرتے، تو اے نبی ﷺ آپ ان کو ایک دردناک عذاب کی خبر دے دیجیے۔یعنی جو لوگ اپنا پیسہ، اپنا روپیہ اپنا سونا چاندی جمع کرتے جا رہے ہیں اور ان کو اللہ کے راستے میں خرچ نہیں کرتے، ان پر اللہ نے جو فریضہ عائد کیا ہے اس کو ادا نہیں کرتے، ان کو یہ بتا دیجیے کہ ایک دردناک عذاب ان کا انتظار کر رہا ہے۔پھر دوسری آیت میں اس دردناک عذاب کی تفصیل ذکر فرمائی کہ یہ دردناک عذاب اس دن ہوگا جس دن سونے اور چاندی کو آگ میں تپایا جائے گا اور پھر اس آدمی کی پیشانی، اس کے پہلو اور اس کی پشت کو داغا جائے گا اور اس سے یہ کہا جائے گا کہ یہ ہے وہ خزانہ جو تم نے اپنے لیے جمع کیا تھا، آج تم اس خزانے کا مزا چکھو جو تم اپنے لیے جمع کر رہے تھے۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس انجام بد سے محفوظ فرمائے، آمین۔بعض مفسرین نے اس آیت سے مراد تزکیہ نفس لیا ہے یعنی وہ ایمان والے اپنے آپ کو برے اعمال و اخلاق سے پاک صاف کرتے ہیں۔

4) شرم گاہوں کی حفاظت:

اللہ تعالیٰ نے جنسی خواہش کی تکمیل کا ایک جائز طریقہ یعنی نکاح مشروع کیا ہے۔انسان کی کامیابی کے لیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایک شرط یہ بھی رکھی ہے کہ ہم جائز طریقہ کے علاوہ اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں۔اس آیت کے اختتام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ میاں بیوی کا ایک دوسرے سے شہوت نفس کو تسکین دینا قابل ملامت نہیں بلکہ

انسان کی ضرورت ہے۔لیکن جائز طریقے کے علاوہ کوئی بھی صورت شہوت پوری کرنے کی جائز نہیں ہے۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ جائز طریقے کے علاوہ کوئی اور طریقہ اختیار کرنا چاہیں تو ایسے لوگ حد سے گزرے ہوئے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے زنا کے قریب بھی جانے کو منع فرمایا ہے۔(سورۃ الاسراء)

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''آنکھ بھی زنا کرتی ہے اور اس کا زنا بری نظر ہے''۔ فحاشی اور عریانی کی وجہ سے ہماری ذمہ داری بڑھ جاتی ہے کہ ہم خود بھی زنا اور زنا کے لوازمات سے بچیں اور اپنے بچوں بچیوں اور گھر والوں کی ہر وقت نگرانی رکھیں کیونکہ اسلام نے انسان کو زنا کے اسباب سے بھی دور رہنے کی تعلیم دی ہے۔زنا کے وقوع ہونے کے بعد اس پر ہنگامہ، جلسہ جلوس، مظاہروں کی بجائے ضرورت اس بات کی ہے کہ اسلامی تعلیمات کے مطابق حتیٰ الامکان غیر محرم مرد و عورت کے اختلاط سے بھی بچا جائے۔

5) امانت کی ادائیگی:

امانت کے لفظ میں ہر وہ چیز شامل ہے جس کی ذمہ داری کسی شخص نے اٹھائی ہو اور اس پر اعتماد بھروسہ کیا گیا ہو خواہ اس کا تعلق حقوق العباد سے ہو یا حقوق اللہ سے۔ حقوق اللہ سے متعلق امانت فرائض و واجبات کی ادائی اور محرمات و مکروہات سے پرہیز کرنا ہے اور حقوق العباد سے متعلق امانت میں مالی امانت کا داخل ہونا تو مشہور و معروف، اس کے علاوہ کسی نے کوئی راز کی بات کسی کو بتائی تو وہ بھی اس کی امانت ہے، اذن شرعی کے بغیر کسی کا راز ظاہر کرنا امانت میں خیانت ہے۔اسی طرح کام کی چوری یا وقت کی چوری بھی امانت میں خیانت ہے۔لہٰذا ہمیں امانت میں خیانت سے بچنا چاہیے۔

6) عہد و پیمان پورا کرنا:

عہد ایک تو وہ معاہدہ ہے جو دو طرف سے کسی معاملے میں لازم قرار دیا جائے، اس کا پورا کرنا ضروری ہے، دوسرا وہ جس کو وعدہ کہتے ہیں یعنی کوئی شخص کسی شخص سے کوئی چیز دینے کا یا کسی کام کو کرنے کا وعدہ کر لے اس کا پورا کرنا بھی شرعاً ضروری ہو جاتا ہے۔ غرض یہ کہ اگر ہم کسی شخص سے کوئی عہد و پیمان کر لیں تو اس کو پورا کریں۔

7) نماز کی پابندی:

کامیاب ہونے والے وہ ہیں جو اپنی نمازوں کی بھی پوری نگرانی رکھتے ہیں یعنی پانچوں نمازوں کو ان کے اوقات پر اہتمام کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ نماز میں اللہ تعالیٰ نے یہ خاصیت و تاثیر رکھی ہے کہ وہ نمازی کو گناہوں اور برائیوں سے روک دیتی ہے مگر ضروری ہے کہ اس پر پابندی سے عمل کیا جائے اور نماز کو ان شرائط و آداب کے ساتھ پڑھا جائے جو نماز کی قبولیت کے لیے ضروری ہیں۔ جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا: ''نماز قائم کیجیے یقیناً نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے''۔ (سورۃ العنکبوت) اسی طرح حدیث مبارکہ میں ہے کہ ایک شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں آیا اور کہا کہ فلاں شخص راتوں کو نماز پڑھتا ہے مگر دن میں چوری کرتا ہے تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اس کی نماز عنقریب اس کو اس برے کام سے روک دے گی۔ (**مسند احمد**)

یہ بات قابل ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی کامیابی کے لیے ضروری سات اوصاف کو نماز سے شروع کیا اور نماز پر ہی ختم کیا، اس میں اشارہ ہے کہ نماز کی پابندی اور صحیح طریقہ سے اس کی ادائیگی انسان کے پورے دین پر چلنے کا اہم ذریعہ بنتی ہے۔ اسی لیے قرآن کریم میں سب سے زیادہ نماز کی ہی تاکید فرمائی گئی ہے۔ کل قیامت کے دن سب

سے پہلے نماز ہی کے متعلق سوال کیا جائے گا۔نماز کے علاوہ تمام احکام اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیلؑ کے واسطے دنیا میں اتارے مگر نماز ایسا عظیم الشان عمل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ساتوں آسمانوں کے اوپر حضرت جبرائیل کے واسطے کے بغیر نماز کی فرضیت کا تحفہ اپنے حبیب ﷺ کو عطا فرمایا۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو نمازوں کا اہتمام کرنے والا بنائے۔ آمین!

ان سات اوصاف سے متصف ایمان والوں کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے جنت الفردوس کا وارث بتلایا ہے۔لفظ وارث میں اس طرف اشارہ ہے کہ جس طرح مورث کا مال اس کے وارث کو پہنچانا قطعی اور یقینی ہے اسی طرح ان سات اوصاف والوں کا جنت الفردوس میں داخلہ یقینی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان سات اوصاف کے ساتھ زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں جنت الفردوس کا وارث بنائے۔ آمین!

(بشکریہ روزنامہ ایکسپریس)

عمل بمقابلہ مقدر

(عبدالرشید ساھی)

انسان کا ہر عمل یا تو کسی سبب کا نتیجہ ہے یا کسی نتیجے کیلئے نیا سبب ہے۔ اسباب و نتائج کا یہ سلسلہ زندگی کا مقدر بن کے رہ گیا ہے۔ انسان جتنا عمل کرے گا اتنا ہی حاصل کرے گا محنت کرنے والا کامیاب ہوگا۔ تلاش کرنے والا حاصل کرے گا۔ مانگنے والے کو دیا جائے گا۔ کھٹکھٹانے والے کیلئے دروازہ کھولا جائے گا بس عمل کرتے جاؤ۔ نتیجہ حاصل کرتے جاؤ۔ برے اعمال کا برا نتیجہ ملے گا، اچھے اعمال کا اچھا۔

زندگی کا یہ تصور اپنی جگہ درست، لیکن زندگی اپنے دامن میں اسباب و نتائج کے رشتوں کے علاوہ بھی بہت کچھ رکھتی ہے۔ زندگی میں بے سبب نتائج اور بے نتیجہ اسباب کی اتنی کثرت ہے کہ اسباب و نتائج کا سلسلہ قائم رہنا مشکل ہے۔ یہ تو روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ یکساں محنتیں یکساں نتیجہ پیدا نہیں کرتیں ایک مارکیٹ میں دو کاندار صبح سے شام تک یکساں محنت کرتے ہیں اور شام کو نتیجہ یکساں نہیں ہوتا۔ ایک کو نقصان اور دوسرے کو نفع۔ اپنے گھر کو پرسکون بنانے کیلئے سب کوشش کرتے ہیں لیکن سارے گھر پرسکون نہیں ہوتے۔ محنت ہوتی ہے لیکن سکون نہیں ملتا۔ بقول شاعر:

شعلہ برق جلائے یہ ضروری تو نہیں
آشیاں آتش گل سے بھی تو جل جاتے ہیں

سکون یا اطمینان محنت کا نتیجہ نہیں۔ یہ نصیب کی عطاء ہے اگر انسان کی زندگی میں نصیب، مقدر یا منشائے الٰہی کا دخل نہ ہوتا تو اسباب و نتائج کا رشتہ سائنس کے اصولوں کی طرح

ہمیشہ قائم رہتا لیکن ایسا نہیں۔اس لئے کہ انسان کے عمل میں فطرت کا دخل ہے۔گردش روزگار کا دخل ہے، حالات زمانہ کا دخل ہے۔

قبلہ انصاری صاحبؒ فرماتے تھے ہم تقدیر کو مانتے ہیں مگر عمل کے ساتھ۔آپ پوری محنت سے فصل بوئیں اچھا بیج، کھاد اور پانی کا استعمال بروقت کریں کیڑوں سے بچاؤ کیلئے فصل پر سپرے کریں اگر پھر بھی فصل کی پیداوار اچھی نہ ہو تو یہ مقدر کی بات ہوگی یہ نہیں کہ آپ محنت بالکل نہ کریں اور فصل اچھی نہ ہونے کا شکوہ قدرت سے کریں یہ فضول ہوگا۔علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں:

یقین محکم عمل پیہم محبت فاتح عالم
جہاد زندگانی میں یہ ہیں مردوں کی شمشیریں

کوششیں اپنی ذات تک تو نتیجہ دے سکتی ہیں لیکن جب انسان دوسرے انسانوں سے متعلق رہتا ہے تو کوشش کے باوجود متوقع نتائج برآمد نہیں ہوتے انسان اپنے راستہ پر ٹھیک سفر کر رہا ہو تو بھی اسے کسی اور کی غلط روّی سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔حادثہ سبب کو نتیجے سے محروم کرنے والے یا واقعہ کا نام ہے اور زندگی حادثات کی زدّ میں رہتی ہے۔یہ چراغ ہمیشہ نامعلوم آندھیوں کی زدّ میں رہتا ہے۔اسی طرح اگر نصیب ساتھ دے۔علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں:

اگر کوئی شعیب آئے میسر تو شبانی سے کلیمی دو قدم ہے

اس میں محنت کا کوئی عمل دخل نہیں یہ ازلی نصیب ہے یہ قدرت کے اپنے جلوے ہیں فطرت کی اپنی عطاء ہے۔مالک کی اپنی منشاء ہے۔قدرت چاہے تو اپنے ضابطے توڑ کر حضرت مریم علیہ السلام کو بغیر باپ کے بیٹا عیسیٰ عطا فرما دے اور پھر اس کو نبوت بھی عطاء فرما دے پھر اس سے ماں کی گود میں قوت گویائی عطا فرما کر بات بھی کروا دے، اگر مالک کائنات کی منشاء ہو تو ہاتھیوں کے لشکر کو ابابیلوں سے فنا کروا دے۔ربّ کبریا راضی ہو تو اپنے پیارے محبوب رحمت عالم ﷺ کی دعا سے میدان بدر میں محشر برپا کر دے اور کفار کا غرور خاک میں ملا دے۔ہر محنت کرنے والا بامراد نہیں ہو سکتا۔دنیا میں بے شمار محنتیں ضائع ہو کر رہ گئیں۔بے شمار مسافر منزلوں سے محروم رہے

بے شمار رانجھے ہیروں کو پانے کے چکر میں جان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں:

قیس پیدا ہوں تیری آغوش سے ممکن نہیں
تنگ ہے صحرا تیرا، مجمل ہے بے لیلیٰ تیرا

کم وبیش ہر انسان زندہ رہنے کے لئے جدو جہد کرتا ہے اور زندہ رہنے کی کوشش ہی انسان کو موت تک لاتی ہے۔ یہ ایسا نتیجہ ہے جو اپنے سبب کے بالکل برعکس ہے۔زندگی پیدا کرنے والے کا یہ ارشاد ہے کہ وہ جسے چاہے عزت دے، جسے چاہے ذلت دے۔وہ جسے چاہے ملک عطا کردے اور جسے چاہے معزول کردے۔وہ جسے چاہے بے حساب رزق دے اور جس کا چاہے رزق تنگ کردے، جسے چاہے اس کے گناہ معاف کردے اور اس کی سابقہ برائیوں کو اچھائیوں میں بدل دے۔جسے چاہے جب چاہے پیدا فرمادے اور جب چاہے اس کو واپس بلالے۔ خالق کا عمل انسانی زندگی میں شامل رہتا ہے اور خالق کا عمل کسی سبب کا محتاج نہیں وہ خود مسبب ہے اور قادر مطلق ہے وہ چاہے تو عیب والوں کو جنت عطاء کردے اور چاہے تو پارسائی کے دعویدار کو دوزخ میں ڈال دے۔زندگی کو سائنس بنانے والے زندگی کو فارمولا بنانے والے زندگی کو ریاضی کے اصول بنانے والے لوگ زندگی کے حسن، زندگی کے لطف اور زندگی کے باطن کی جلوہ گری سے اکثر محروم رہتے ہیں۔زندگی صرف اصول ہی نہیں، حسن بھی ہے محبت بھی ہے جلوہ بھی ہے۔ہمارے اعمال کیا اور ہمارے نتیجے کیا اس کا فضل نہ ہو تو انسان اپنے عمل کے زعم میں ہی تباہ ہو جائے۔میاں محمد بخشؒ فرماتے ہیں:

عدل کریں تاں تھر تھر کمبن اُچیاں شاناں والے
فضل کریں تا بخشے جاون میں ورگے منہ کالے

کائنات کا سارا نظام ربّ کبریا کے قبضہ قدرت میں ہے اس کی مرضی ہو تو بادشاہ کو فقیر اور فقیر کو بادشاہ بنادے۔کیا بنانے والے نے زندگی میں دخل دینا چھوڑ دیا ہے کیا علاج نے بیماری کو مسخر کرلیا ہے۔کیا دعا کی ضرورت ختم ہوگئی ہے۔کیا انسان بھول گیا ہے کہ آج سے

کچھ عرصہ قبل اس کا وجود تک نہیں تھا اور آج سے کچھ عرصہ بعد پھر اس کا ذکر تک نہیں ہوگا۔ کیا غرور نفس انسان کو اس مقام تک لے آیا ہے جہاں وہ اپنے بازوؤں کو قادر سمجھ رہا ہو۔ اپنی قوت کو اپنا مقدر سمجھ رہا ہو۔ کیا وہ جانتا نہیں کہ پسند کی جانے والی ہر چیز اس کے لئے مفید نہیں اور ناپسند کی جانے والی ہر چیز اس کے لئے مضر نہیں۔ کیا انسان کو یاد نہیں کہ فرعون کے تمام اسباب، اس کی تمام تر کوشش، اس کیلئے وہ نتیجہ مرتب نہ کر سکی جس کی اسے ضرورت تھی۔

یہی عجیب بات ہے کہ سبب فرعون ہو تو نتیجہ موسیٰ علیہ السلام نکلتا ہے اور یہی بات اہل ظاہر کی سمجھ میں نہیں آتی جہاں سبب اور نتیجہ کی سائنس ختم ہوتی ہے وہاں سے رضا اور نصیب کی حد شروع ہوتی ہے اور رضا، رضا ہے چاہے تو محنت کو مراد دے اور چاہے تو محنت کے بغیر بامراد کر دے۔ بے عقیدہ انسان صرف محنت کو مانتا ہے اور صاحب عقیدہ مسبب پر ایمان رکھتا ہے۔ بے عقیدہ انسان عوام سے قوت مانگتا ہے۔ صاحب ایمان جانتا ہے کہ طاقت کا سرچشمہ اور قوت کا مرکز اللہ کے علاوہ کوئی نہیں۔

اسباب و نتائج کا کھیل رضا اور قضا کی زد میں رہتا ہے۔ اپنے اعمال کو دعا کے سہارے سے محروم نہ ہونے دیا جائے۔ دریا عبور کرنے کے لئے کشتی ضرور سبب ہے مگر گرداب سے نکلنے کے لئے دعا کا سفینہ چاہیے۔ شداد برسوں جنت بنواتا رہا مگر جنت تیار ہونے پر اس کو دیکھنا نصیب نہ ہوا۔ آج کا انسان صرف اور صرف اپنی کاوش سے مقدر کو بدلنے کے چکر میں ہے۔ حالانکہ سارے کا سارا اختیار اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ اس کے فضل کے بغیر بات نہیں بنتی۔ جو انسان حاجت روا اور مشکل کشا رب کی ذات کو تسلیم کر لیتا ہے۔ اوپر والا اس کی دنیا و آخرت دونوں سنوار دیتا ہے۔ بڑے افسوس کا مقام ہے۔ معمولی سمجھ کی بات ہے انسان حاجت روا اور مشکل کشا نہیں ہو سکتا وہ صرف دعا کر سکتا ہے۔ قبولیت کا اختیار اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ وہ چاہے تو اونٹ چرانے والے بدو عمر کو عمر فاروقؓ بنا دے اور چاہے تو عرب کے سب سے بڑے عالم عمرو بن ہشام کو ابوجہل بنا دے۔ کرم کی نگاہ ہر گھڑی ہر پل اپنا شکار تلاش کرتی رہتی ہے۔

شفاء کی خوشبو

(حکیم طارق محمود الحسن خضری)

تندرست رہنے کے لیے انسانی جسم کو کن چیزوں کی ضرورت ہے:

کلورین:

یہ جسم کا دھوبی ہے۔جسم کی صفائی کرتا ہے خاص کر پیٹ اور انتڑیوں کی۔کلورین چربی کو گھٹاتا اور زہریلے مادّوں کو ہلاک کرتا ہے۔کلورین جسم سے غلاظت کو باہر پھینکتا ہے۔ہاضمے کی قوت کو بڑھاتا ہے اور قبض کو دور کرتا ہے۔اس کی کمی سے زکام ہو جاتا ہے۔پیٹ پھول جاتا ہے۔طبیعت افسردہ رہنے لگتی ہے۔مزاج چڑچڑا ہو جاتا ہے۔گردے کی بیماری اور دانتوں سے خون آنا کلورین کی کمی کو ظاہر کرتا ہے۔مولی، بند گوبھی، پیاز، پالک، گاجر، ٹماٹر، بکری کا دودھ وغیرہ میں کلورین پایا جاتا ہے۔

میگنیشیم:

یہ قدرت کی قبض کشا دوا ہے۔پٹھوں کو طاقت دیتا ہے، دماغ اور اعصاب کی پرورش کرتا ہے۔فاسفورس اور چونے کے ساتھ مل کر یہ ہڈیوں دانت اور کھوپڑی کو مضبوط کرتا ہے۔معمولی میگنیشیم کی ایک چٹکی گرم پانی میں گھول کر پینا دردوں اور پیٹ کے مروڑ کو ٹھیک کرتا ہے۔یہ دردوں کی خاص دوا ہے۔جس آدمی کے مزاج میں ترشی ہو اسے میگنیشیم کی ضرورت ہے۔مندرجہ ذیل اشیاء میں میگنیشیم کافی مقدار میں پاتا جاتا ہے۔انجیر، پالک، انگور، آلو بخارا، سنگترہ، کھٹا سیب اور ٹماٹر۔

گندھک:

یہ بدن میں چستی لاتی ہے، جگر سے صفراء کا اخراج بڑھاتی ہے۔ اندرونی حرارت اور طاقت پیدا کرتی ہے۔ خون کو صاف کر کے جلد کو حسین بناتی ہے۔ بالوں کو بڑھاتی ہے۔ چھوت کی بیماریوں کے حملے سے بچاتی ہے۔ جسم سے گندے مادّوں کو نکالتی ہے۔ گنٹھیا اور خونی وجلدی امراض کے زہروں کو خارج کرتی ہے۔ گندھک جسم میں فاسفورس کا اثر قائم رکھتی ہے۔ اور زیادہ دماغی اُکتاہٹ سے بچاتی ہے۔ موٹے آدمیوں کے لیے گندھک والی غذا ضروری ہے۔ اس کی کمی سے جلدی بیماریاں اور گنٹھیے کا درد پیدا ہو جاتا ہے۔ مندرجہ ذیل اشیاء میں گندھک پائی جاتی ہے۔ مولی، لہسن، پیاز، بند گوبھی، آم، دودھ، وغیرہ

فولاد:

فولاد خون کا بڑا اجزو ہے۔ یہ مقناطیسی طاقت پیدا کرتا ہے۔ خون کو سرخ اور دماغ کو چست بناتا ہے۔ چہرے کی زرد رنگت، چڑچڑا پن یہ علامات انسانی جسم میں فولاد کی کمی کو ظاہر کرتی ہیں۔ جس طرح عمارت میں لوہے کے شہتیر، سلاخیں وغیرہ دُکان کو مستحکم کرتی ہیں اسی طرح فولاد والی غذائیں ہمارے جسم کو مضبوط بناتی ہیں۔ فولاد قوتِ ارادی کو مضبوط اور دل میں دلیری اور مشکلات کا مقابلہ کرنے کی قوت پیدا کرتا ہے۔ مندرجہ ذیل اشیائے خوردنی میں فولاد کافی مقدار میں پایا جاتا ہے۔ مختلف دالیں، لال مولی، ساگ، ہری سبزیاں، پالک، مٹر، پھلیاں، سویابین، گاجر، کدو، بند گوبھی، کلیجی، گوشت، انڈے کی زردی، دلیہ، انجیر، بادام، کھجور، اور اکثر موسمی پھلوں سے بھی جسم کو فولاد ملتا ہے۔

کیلشیم:

چونا یعنی کیلشیم ہڈیوں اور دانتوں کو بہتر بناتا اور خون کی نالیوں کی دیواریں مضبوط کرتا ہے۔قوت برداشت، اچھی یادداشت، کام کرنے کی اہمیت اور طاقت کا دارومدار خون میں چونے کی کافی مقدار پر ہے۔چونا ہی فولاد کو سرخ خون بنانے میں مدد دیتا ہے۔اس کی کمی سے ہڈیاں کمزور اور دانت خراب ہو جاتے ہیں۔ہڈیوں اور پھیپھڑوں کی بیماریوں میں یہ بہت مفید ہے۔بچوں کو اس کی ضرورت سب سے زیادہ ہے۔جو بچے دیر سے چلنا سیکھتے ہیں اور جن بچوں کے دانت دیر سے نکلتے ہیں تو فوراً سمجھ لو کہ ان بچوں کے جسم میں چونے کی کمی ہے۔یہ حاملہ اور بچوں والی عورتوں کے لیے بہت ضروری ہے۔

مندرجہ ذیل اشیاء میں چونا یعنی کیلشیم پایا جاتا ہے۔پالک، شلغم، گاجر، مٹر، چولائی کا ساگ، باتھو، سلاد، بند گوبھی، دودھ، بالائی، دہی، مکھن، چھاچھ یعنی لسی، پنیر، انڈا، بادام، پستہ، اخروٹ۔

آکسیجن:

آکسیجن خون کو صاف اور بدن میں گرمی اور مقناطیسی قوت پیدا کرتی ہے۔جسم میں حوصلہ اور کام کرنے کی صلاحیت پیدا کرتی ہے۔خون کے اندر جو غلاظت ہوتی ہے اسے جلا کر تندرستی بڑھاتی ہے۔اس کی کمی سے خون زرد ہو جاتا ہے۔بدن میں کمزوری پیدا ہو جاتی ہے۔جن افراد کے جسم میں آکسیجن کم ہوتی ہے وہ متعدی امراض کے جلد شکار ہو جاتے ہیں۔بدن کو کافی مقدار میں آکسیجن نہ ملنے سے بدن میں سستی آنی شروع ہو جاتی ہے زکام حملہ آور ہو جاتا ہے۔اور رفتہ رفتہ زکام سے کھانسی اور کھانسی سے تپ دق آگھیرتی ہے۔اسی لیے معالج پرانی کھانسی اور دق کے مریضوں کو پہاڑوں پر بھیجتے ہیں کیونکہ وہاں

چیڑ کے درختوں کے جنگلوں میں زیادہ سے زیادہ آکسیجن ہوتی ہے۔سمندر آکسیجن کا بہت بڑا تالاب ہے۔سمندر کے کنارے رہنا،سمندر کے پانی میں غسل کرنا کمزور چھاتی والوں کے لیے مفید ہے۔

جو لوگ ہر روز صبح سیر کرتے ہیں۔کھلے میدانوں اور پہاڑوں میں وقت گزارتے ہیں دھوپ میں ننگے بدن بیٹھتے ہیں اور گہرے سانس لیتے ہیں وہ زکام کھانسی اور نزلے سے بچے رہتے ہیں۔آکسیجن کہاں اور کن چیزوں میں کافی مقدار میں پائی جاتی ہے! سنیے۔انگور،سیب، لیموں،سنگترے،سبز مرچ اور پیاز میں،سمندر کے کنارے اور درمیان میں،چیڑ،پیپل اور چنار کے درختوں کے نیچے۔

سوڈیم:

یہ سخت مادّوں کو گھول کر جسم سے باہر نکالتا ہے۔گردوں اور جگر کی پتھریوں اور جوڑوں میں سے یورک ایسڈ کو پگھلا کر خارج کرتا ہے۔کھٹاس کو ہٹاتا ہے۔یاد رکھیں پچاس فیصد سے زیادہ بیماریاں کھٹاس سے جسم میں پیدا ہوتی ہیں۔اس لیے سوڈیم کا خون میں کافی مقدار میں ہونا نہایت ضروری ہے۔یہ پٹھوں کو مضبوط اور اعضاء کو چست کرتا ہے۔جوڑوں کو صاف اور لچکدار بناتا ہے۔ہڈیوں اور دانتوں کو خراب ہونے سے روکتا ہے۔قبض کشا ہے۔ہاضمہ تیز کرتا ہے۔پتھری بننے سے روکتا ہے اور خون سے کاربالک ایسڈ نکالتا ہے۔غذا میں سوڈیم کی کمی یا غیر موجودگی سے جسم کا وزن کم ہو جاتا ہے۔گاجر،کھیرا،سیب،پالک،انجیر،میٹھا،شلغم،آلو بخارا، چقندر،اسٹابری،مولی وغیرہ میں پایا جاتا ہے۔

پوٹاشیم:

یہ جسم کی صفائی اور بدن میں بجلی کی طرح چستی پیدا کرتا ہے۔پٹھوں اور جوڑوں کو لچکدار اور مضبوط بناتا ہے۔قبض اور دوران خون کی سستی پوٹاشیم کی کمی کی وجہ سے ہوتی ہے۔دبلے

پتلے کمزور مریل نوجوان پوٹاشیم کی کمی کا شکار ہوتے ہیں۔اگر جسم میں یہ جزو کافی مقدار میں موجود ہو تو زخم خود بخود جلد ہی بھر جاتے ہیں۔پوٹاشیم آکسیجن کو کھینچ کر بدن میں لاتا ہے۔اور دماغ میں نئی زندگی پیدا کرتا ہے۔پوٹاشیم جسم کی کمزوری اور سستی کو دور کرتا ہے۔

پوٹاشیم مندرجہ ذیل خوراکوں میں پایا جاتا ہے۔

وہ تمام سبزیاں جو زمین سے اوپر ہوتی ہیں اور جنھیں دھوپ خوب لگتی ہے۔وہ تمام سبزیاں اور بوٹیاں جو ذائقے میں کڑوی ہوتی ہیں۔مثلاً کریلا، چرائتہ، سونف، سویہ، پالک، مولی، شلجم اور گاجر کے اوپر کے حصے کے پتے، ٹماٹر، اسٹابری، تربوز، آلو وغیرہ پوٹاشیم کا خزانہ ہیں۔

آیوڈین:

آیوڈین بدن میں ایک بڑا ضروری جزو ہے۔یہ کیڑوں کو مارتا ہے۔زخموں کو صاف کرتا ہے۔پیپ پڑنے کو روکتا ہے۔بچوں، جوانوں بوڑھوں اور عورتوں غرض سب کو اس کی ضرورت ہے۔

جن بچوں کے جسم میں آیوڈین کم ہوتا ہے وہ آئے دن بیمار رہتے ہیں۔آئے دن کوئی نہ کوئی بیماری کا شکار رہتے ہیں۔ہر موسم میں کوئی نہ کوئی مرض لگا رہتا ہے۔سمندر کے کناروں رہنے والوں میں آیوڈین زیادہ پایا جاتا ہے۔جن کے بدن میں آیوڈین زیادہ مقدار میں پایا جاتا ہے وہ چست اور پھرتیلے ہوتے ہیں۔گردن میں تھائی رائیڈ گلینڈ کا تعلق آیوڈین سے ہے۔آیوڈین بدن میں حرارت پیدا کرتا ہے۔بالوں کو بڑھاتا ہے اور ان کی سیاہ رنگت کو قائم رکھتا ہے۔یہ گلینڈز سست ہو جاتے ہیں۔اس گلینڈ میں ایک بہت بڑا جزو آیوڈین ہے۔جو دماغی کام کرنے میں مدد دیتا ہے۔ہمت اور حوصلہ پیدا کرتا ہے۔قد بڑھاتا ہے۔ذہانت اور حافظہ تیز کرتا ہے۔آیوڈین مندرجہ ذیل اشیاء میں پایا جاتا ہے۔سمندری مچھلی، چائنا گراس، اناناس، راج مہان، سمندر کے اندر پیدا ہونیوالی گھاس کا ہی، پتے والی کوبھی لہسن، بکری کا دودھ وغیرہ۔

اسلام کا مقصد

(ڈاکٹر غلام جیلانی برق)

اسلام علم، عشق، خدمت، ایثار اور عدل و احسان کا دوسرا نام ہے۔ اس لئے وہ ایسے انسان تیار کرنا چاہتا ہے جو ان صفات سے آراستہ ہوں۔ جن کی لذت خدمت میں، دولت قناعت میں، رفعت محبت میں اور مسرت عبادت میں ہو۔ جو شرم و حیاء اور عدل و فضل کے پیکر ہوں، جو بغض و حسد، حرص و نفرت اور خود غرضی و عیاشی سے پاک ہوں۔ جو نوع انسان کو ایک کنبہ سمجھتے ہوں اور نسل و رنگ کی قیود سے بالاتر ہوں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو دنیا کو دار السلام بنا سکتے ہیں۔ اقوام و افراد کے باہمی روابط عدل و میزان کی اساس پر قائم کر سکتے ہیں، اور کاروان حیات کو منزل کی راہ دکھا سکتے ہیں۔

اسلام سے بغاوت:

اسلام ایک آسمانی ڈسپلن ہے جو انسان کو خدا، رسول، اولو الامر، والدین اور اساتذہ کے سامنے جھکنا سکھاتا ہے۔ جو ہر چھوٹے بڑے کا مقام معیّن کرتا ہے۔ جو قلب و نظر میں پاکیزگی اور ارادوں میں رفعت بھرتا ہے۔ جو تسلیم و نیاز کا خوگر بناتا ہے۔ اسلام سے فرار گویا خدا، رسول، قانون، والدین اور اساتذہ کے خلاف اعلان بغاوت ہے۔ اگر آج ہمارے لوگ ہر جگہ سرکاری جائیدادیں جلا رہے ہیں، اور حکومت کے خلاف نعرے لگا رہے ہیں تو اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ ظہور پاکستان کے بعد حکومت نے اسلام کو فروغ دینے کے لئے کوئی قدم نہیں اٹھایا، اور ہر وہ حرکت کی، جس سے اسلام کے خلاف نفرت پیدا ہو سکتی تھی۔ مثلاً سینماؤں میں عریاں، حیا سوز اور ذلیل انگریزی فلمیں دکھائیں۔ ولایت سے بد آموز لٹریچر اور مصور رسائل در آمد کئے۔

جگہ جگہ شراب خانے کھولے اور ثقافت کے نام پر رقص وسرور کی ایسی محفلیں جمائیں جن میں ملک کی حسیناؤں نے تھرک تھرک کر نوجوانوں کے بہیمی جذبات کو برانگیختہ کیا، ہم نے بعض وزراء، سفراء اور اعلیٰ حکام کو عیش خانوں اور میخانوں میں تو اکثر دیکھا۔لیکن عبادت گاہوں میں قطعاً نہ پایا اسمبلیوں کے ممبر روٹ پرمٹوں ٹھیکوں اور اجاروں کے پیچھے پڑ گئے۔اہل کار راشی بن گئے۔نفسا نفسی، لادینی اور زرطلبی کے اس سیلاب میں بڑوں بڑوں کا ایمان بہہ نکلا۔اساتذہ بھی اس طوفان بدتمیزی سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔یہ اصلاح وتبلیغ کے فرض سے غافل ہو گئے، اور ہمارے لاکھوں نوجوان یوں بے سمت چل پڑے جیسے آندھی میں سوکھے پتے اڑ رہے ہوں۔

نوجوانوں کی اس بے راہی کا ذمہ دار کون ہے؟ سب سے پہلے حکومت، پھر والدین اور اساتذہ کی غیر اسلامی زندگی اور اس کے بعد ہمارے یہ دلچسپ سیاست دان جو اسلام کے نام پر ووٹ لے کر اسمبلیوں یا وزارتوں تک پہنچے اور وہاں اسلام ہی کے خلاف سازشوں میں مصروف ہو گئے۔کیا آج تک کسی سیاست دان نے حکومت سے یہ پوچھا ہے کہ وہ پاکستان میں اسلام کو فروغ دینے کے لئے کیا کر رہی ہے۔

حکومت نے چھوٹے موٹے مسائل مثلاً پریس، لیبر، صنعت، درآمد برآمد وغیرہ پر غور کرنے کے لئے ماہرین کے درجنوں کمیشن بٹھائے لیکن اسلامی تعلیمات کے فروغ، نوجوانوں کی اصلاح اور بقاء کا راز معلوم کرنے کے لئے کوئی کمیشن ترتیب نہ دیا۔بلکہ اسلام کو بے کار سمجھ کر قطعاً نظر انداز کر دیا۔یوں کہیے کہ ہمارے سیاست دان اللہ ورسول ﷺ سے زیادہ عقل مند بن بیٹھے۔ اور اتنا بھی نہ سوچ سکے کہ جن مسلمانوں نے ایشیاء، افریقہ اور یورپ پر ایک ہزار سال تک نہایت کامیاب حکومت کی تھی۔ان کی اولاد کیوں اس قدر نا اہل نکلی کہ ایک چھوٹے سے ملک (پاکستان) کو بھی نہ سنبھال سکی۔بات سیدھی سی ہے کہ ان لوگوں نے اپنی حکومتوں کی اساس

قرآن کی لازوال تعلیمات پر رکھی تھی، اور ہم نے خانہ ساز ضوابط کو اپنا رہبر بنالیا اور ہر قدم پر ہزاروں ٹھوکریں کھائیں۔ اے سیاست دانو! اب بھی وقت ہے کہ تم اللہ کی طرف واپس آ جاؤ خدا و رسول کے سامنے جھک جاؤ، اسلام سے مذاق کرنا چھوڑ دو۔ اور پاکستان کو ایک ایسا سانچہ بنا دو جس سے عالم، عابد، بلند عزم اور پاک نگاہ انسان ڈھل کر نکلیں۔

غیر اسلامی زندگی کا انجام:

اگر تم نے ایسا نہ کیا تو یہاں بھی وہی حالات پیدا ہو جائیں گے جن سے آج یورپ دوچار ہے یعنی:

1- ہم سب عیاش، خود غرض، سنگدل، لٹیرے اور ملحد بن جائیں گے۔

2- الحاد کی وجہ سے سینے اضطراب سے بھر جائیں گے۔

3- خواتین متاع بازار بن جائیں گی۔ اور حیا و عصمت کو داستان پارینہ بنا دیں گی۔

4- جب جوان اولاد آدھی رات کے بعد عیش خانوں سے لوٹے گی اور والدین باز پرس کریں گے، تو جواب ملے گا۔ تم دقیانوسی بوڑھے لوگ اپنے کام سے غرض رکھو، اور ہم جوانوں کے معاملات میں دخل نہ دو۔

5- زندگی سے اللہ و رسول ﷺ کا حسین تصور نکل جائے گا۔ مذہب کی مقدس قدریں مٹ جائیں گی۔ اور انسان خالص درندہ بن جائے گا۔ تسلیم کہ امریکہ علم و صنعت میں بہت آگے نکل گیا ہے لیکن اس کی انسانیت کا عالم کیا ہے؟ یہ داستان ویت نام کے ان لاتعداد مظلوموں سے سنیے جن پر امریکہ نے آگ برسائی۔ بیس لاکھ سے زیادہ افراد کو ہلاک اور اندازاً تیس لاکھ کو مفلوج و شل بنا چکا ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ اقوام متحدہ جس کا کام قیام امن ہے کا بانی بھی امریکہ تھا اور آج سب سے بڑا باغی بھی یہی۔ اقوام متحدہ چیخ چیخ کر تھک گئی کہ ویت نام کا پیچھا چھوڑ دو، لیکن بدمست امریکہ سنتا ہی نہیں۔ مذہب نہ رہے تو انصاف، شرافت، محبت اور انسانیت کا جنازہ اٹھ جاتا ہے

اور انسان اتنا ہی خطرناک بن جاتا ہے جتنا جنگل میں چیتا، شیر یا اژدھا۔

"سجدہ (عبادت) کے آثار ان کے چہروں پر نمایاں ہیں"۔ (الفتح 29) یہ صرف مذہب ہی ہے جو عمل میں حسب، خیالات میں نظم، آرزوؤں میں رنگینی اور حیات میں مقصدیت پیدا کرتا ہے جو لوگ قبر کو زندگی کا انجام سمجھتے ہیں وہ اس دکھ بھری دنیا سے کبھی مطمئن نہیں ہو سکتے اور بات بات پر خودکشی کرتے ہیں۔ آج یورپ اور امریکہ میں خودکشی کی بے اندازہ وارداتیں ہو رہی ہیں امریکہ کی ایک سرکاری رپورٹ مظہر ہے کہ چھ ماہ میں کیلئے فورنیا کے پانچ لاکھ انسانوں نے خودکشی کی تھی۔

تہذیب نو کا نعرہ لگانے اور اسلام کو ناکارہ قرار دینے والو! جاؤ یورپ میں گھومو۔ وہاں کے معاشرے کا جائزہ لو، ان کی دوشیزہ ماؤں، لاتعداد شراب خانوں، رقص گاہوں اور بدچلن نوجوانوں کو گنو، ان کے دلوں کو چیر کر اضطراب کی وہ بھڑکتی ہوئی آگ دیکھو جس میں وہ جل رہے ہیں۔ ان کی حرص، سنگدلی، تمیز رنگ ونسب اور تنگ ظرفی کے مناظر دیکھو اور پھر یہ بتاؤ کہ کیا تہذیب نو، شرافت انسانیت اور محبت کو جنم دے سکتی ہے؟ یہ درست ہے کہ مغرب بے پناہ علم کا مالک ہے لیکن علم نہ غربی ہوتا ہے نہ شرقی۔ یہ کل ہمارے پاس تھا اور آج ان کے پاس یہ ہماری ہی ایک گم شدہ متاع ہے اسے واپس لاؤ۔ لیکن یہ خیال رہے کہ کہیں ان کے شراب خانے، رقص خانے مکروہ خبیث ہپی اور بے حیا خواتین بھی ساتھ نہ آ جائیں۔

روحانیت کی ضرورت:

روحانیت اس حُسن کا نام ہے جو اللہ کی عبادت سے پیدا ہوتا ہے قرآن کی اصطلاح میں یہ نور کہلاتا ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں: اوّل وہ چمک اور جاذبیت جو روح سے نکل کر جبیں پہ آ جاتی ہے۔

وہ روشنی جو شاہراہِ حیات پہ پھیل جاتی ہے اور انسان کو بھٹکنے یا ٹھوکر کھانے سے بچاتی ہے۔

"اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور رسول ﷺ کی بات مانو۔ اللہ تمہیں دہری رحمت سے نوازے گا اور ایک ایسا نور عطاء کرے گا جس کی روشنی میں تم جادہ حیات کو طے کرو گے"۔ (مجادلہ:28)

زندگی سے اس نور کا تعلق وہی ہے جو پھول سے خوشبو کا۔ پھل سے رس کا اور گہر سے چمک کا۔ یہ مختلف صورتوں میں ظاہر ہوتا ہے کہیں سوز و گداز کا رنگ اختیار کرتا ہے اور کہیں ناز و نیاز کا۔ چھوٹوں پر شفقت، بڑوں کا احترام، نوع انسان سے محبت، ہر فرد سے انصاف، ہر شخص کی خدمت، جان و مال کا ایثار، نعمت میں شکر، مصیبت میں صبر، تواضع، تسلیم اور خدائی مشیت میں ڈھل جانا سب روحانیت کے کرشمے ہیں۔ آیات ذیل میں روح کی انہی صفات کا ذکر ہے۔

"اللہ کے بندے گناہ پہ نادم عبادت گزار، معاملہ گو، سیاح، رکوع کرنے والے، سجدہ کرنے والے، نیکی کا حکم کرنے والے اور بدی سے منع کرنے والے اور خدائی حدود کے محافظ ہوتے ہیں"۔ (سورۃ توبہ:112)

"بے شک مسلمان مرد اور عورتیں جو خالص مومن مرد اور عورتیں، فرماں بردار، راست باز، صبر کرنے والے مرد اور عورتیں اور اللہ کے آگے جھکنے والے مرد اور عورتیں، خاشع، مخیّر، پابند صوم، شرم گاہوں کے محافظ اور اللہ کا ذکر کثرت سے کرنے والے مرد اور عورتیں جن کے لئے اللہ تعالیٰ نے مغفرت اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے"۔ (الاحزاب:35)

حیات اقوام کا انحصار نہ تو دولت پر ہے۔ نہ فراوانی لشکر اور کثرت علوم و فنون پر، بلکہ اس کا تعلق ایک آسمانی آگ یا شعلے سے ہے جو عزم حسن اور عظمت کی صورت میں نمودار ہوتا ہے اور اسی کا دوسرا نام روحانیت ہے۔ زوال پذیر اقوام مادیات سے رشتہ جوڑ کر روح کی طاقت سے غافل ہو جاتی ہیں اور نتیجتاً مٹ جاتی ہیں۔

کیا مذہب میں انجماد ھے:

ماڈرن مسلمانوں کا عام خیال یہ ہے کہ ترقی تغیر وحرکت کا نام ہے اور مذہب تغیر کو گوارہ نہیں کرتا۔ یہ ایک منطقیانہ فریب ہے۔صداقت ہمیشہ غیر متغیر ہوتی ہے۔دو اور دو ہر زمانے میں چار رہے ہیں۔تغیر ان لوگوں میں ہوتا ہے جو صداقت کی طرف بڑھتے ہیں عصر رواں میں ریاضی طبیعات کے ماہرین کائنات کی صداقتوں کی تلاش کر رہے ہیں۔حرکت ان کے فکر عمل اور نتائج میں ہے۔نا کہ صداقتوں میں۔اسلام بھی ایک صداقت ہے۔نا قابل تغیر تبدیلی ان لوگوں میں آئے گی جو اسلام کی طرف بڑھیں گے۔ان کا یہ سفر پستی سے بلندی، جہالت سے علم، ضعف سے قوت، کثافت سے لطافت اور اندھیرے سے نور کی طرف ہوگا۔

"اللہ اہل ایمان کی مدد کرتا ہے اور انہیں اندھیروں سے نکال کر نور کی طرف لے جاتا ہے"۔(البقرہ:257)

اسلام کو بے کار سمجھنے والے:

پاکستان میں اسلام کا مذاق اڑانے والے ہر جگہ ملتے ہیں۔یہ لوگ زندگی کی حقیقت سے نا آشنا راز بقا وفنا سے ناواقف، کم علم، کج نگاہ اور بے بصیرت ہیں ان کے دو گروہ ہیں۔ایک وہ جو بدکاری اور عیاشی کی وجہ سے خود تو ڈوب چکے ہیں اور دوسروں کو ڈبونا چاہتے ہیں تا کہ کوئی ملامت کرنے والا باقی نہ رہے۔دوسرے وہ جو یہود کے تنخواہ دار ایجنٹ ہیں۔ایک کتاب "یہود کی سازش" کے ایک باب کا مضمون یہ ہے کہ

"یہودیوں نے ہر بڑے ملک میں ایسے ایجنٹ چھوڑ رکھے ہیں جن کا کام عیاشی پھیلانا لوگوں کو مذہب سے متنفر کرنا اور نوجوانوں کو رقص و بادہ کا عادی بنانا ہے تا کہ ان کا نظام اخلاق متزلزل ہو جائے اور وہ نا تو ملک کی سرحدوں کی حفاظت کر سکیں اور نہ نظریاتی حدود کی۔یہود کا اپنا

یہ حال کہ ان کا ہر فرد روزانہ تین مرتبہ عبادت کرتا ہے ان میں کوئی شخص نہ جھوٹ بولتا اور نہ رشوت لیتا ہے۔انہوں نے اپنی محنت سے بے آب صحراؤں کو مرغزاروں میں بدل دیا ہے۔اور ان کی ریاست میں ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک کارخانے ہی کارخانے نظر آتے ہیں لیکن ہمسایہ ممالک سے یہ سلوک کہ ان کا اخلاقی نظام تباہ کرنے کیلئے ہزاروں ایجنٹ چھوڑ رکھے ہیں جو انہیں مذہب سے تنفر اور عیاشی کی طرف مائل کر رہے ہیں۔یہ انہی کی مساعی کا نتیجہ ہے کہ عراق اور شام کے عرب لوگ سود کھانے اور شراب پینے پر فخر کرنے لگے ہیں۔اور ان کے کئی اہل قلم اسلام کے خلاف لکھ رہے ہیں"۔

جب کوئی قوم اپنے نظریات سے بدزن ہو جاتی ہے تو ان کے دفاع کیلئے قربانی نہیں دے سکتی۔اور کارزار حیات میں پٹ جاتی ہے۔یہی وہ المناک انجام ہے جس سے آج کل عرب دوچار ہیں ایک وہ زمانہ تھا کہ ان عربوں نے زندہ و طاقتور نظریات سے مسلح ہو کر ساری دنیا کو روند ڈالا تھا اور آج یہ کیفیت کہ یہ چند لاکھ یہودیوں سے خوفناک شکستیں کھا چکے ہیں۔ اسرائیل کے بیسیوں بم بار ہر روز ان کے شہروں پر ہزاروں بم گراتے ہیں۔اور یہ بے چارے یا تو آہ بھر کر یا اقوام متحدہ کو ایک چٹھی لکھ کر رہ جاتے ہیں۔یاد رکھو کے پاکستان کے مذہب دشمن عناصر کے ارادے بھی کچھ ایسے ہی ہیں یہ یا تو یہود کے ایجنٹ ہیں یا اس سرزمین کو عیش خانہ بنانا چاہتے ہیں۔جہاں ہر شخص تمام اخلاقی و مذہبی قیود سے اسی طرح آزاد ہو جیسے افریقہ کے جنگلوں میں گوریلے یا بن مانس۔

دل اللہ کا گھر

(شاھد زبیر)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''تم اپنے دلوں سے بھی فتوے لیا کرو اگرچہ مفتی فتوے دے چکیں''۔

خرد اور لشکر کے درمیان کا وہ خالص حصہ جو روح اور نفس انسانی کی درمیانی چیز ہے وہ دل کہلاتا ہے۔ایک ایسا جوہر نورانی ہے جس پر انسانیت کا دارومدار ہے۔اس کو حکماء نفس ناطقہ پکارتے ہیں۔اس کا ظاہر نفس حیوانی اور روح اس کا باطن ہے۔اس سے مراد وہ گوشت کا لوتھڑا ہے جو جانوروں اور مردوں میں بھی ہوتا ہے۔لیکن شریعت میں اور صوفیاء کی اصطلاح میں قلب بدن کا بادشاہ ہے اور سارا بدن اس کی رعیت۔جس طرح بندے کے سر کو کاٹ لیں تو بدن زندہ نہیں رہ سکتا اسی طرح قلب کا بھی ایک سر ہے جس سے اس کی زندگی قائم ہے۔انسان ایک عالم صغیر ہے اور قلب اس کا عرش۔وہ ایک جوہر نفیس ہے۔مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں کہ جو کچھ عالم کبیر میں مفصل طور پر ظاہر کیا گیا ہے وہ عالم صغیر میں مجمل طور پر ظاہر کیا گیا ہے۔سارا عالم صغیر یعنی قلب کو صیقل کر کے منور کر لیا جاتا ہے اور اس میں آئندہ کی طرح عالم کبیر کی تمام چیزیں مفصل دکھائی دینے لگتی ہیں۔حتیٰ کہ لوح محفوظ اس میں نظر آ سکتی ہے۔قلب اس عالم صغیر میں سب سے زیادہ اہم ہے۔دین، ایمان، اعمال اور روحانیت کا دارومدار قلب پر ہی ہے۔امام غزالیؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے دو چیزوں سے پیدا کیا۔ایک ظاہری ڈھانچہ جسے بدن کہتے ہیں جسے ظاہری آنکھ سے دیکھا جا سکتا ہے۔دوسرے باطنی معنی تیری حقیقت ہے۔اس کے سوا جو چیزیں ہیں وہ اس کی تابع اور خدمت گار ہیں اور ہم اس حقیقت کو دل کہتے ہیں۔جب ہم دل کی بات کہیں گے تو اس سے انسان کی حقیقت مراد ہوگی۔اس حقیقت کو کبھی روح کہتے ہیں کبھی نفس۔

موت سے انسان معدوم نہیں ہو جاتا بلکہ اس کی روح جسم سے نکل کر باقی رہتی ہے۔ یہی وہ دل ہے جس کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"میری زمین اور میرے آسمان مجھ کو احاطہ نہیں کر سکتے لیکن میں اپنے مومن، متقی بندے کے دل میں سما جاتا ہوں" (القرآن)

بندے کا قلب اللہ کا عرش ہے جس میں باری تعالیٰ بالذات ظاہر ہوتا ہے۔ جس طرح ہر چیز کا ایک خلاصہ ہوتا ہے اسی طرح انسان کا قلب بھی ایک نور ہے جس کی روشنی تمام موجودات کا خلاصہ ہے۔ اسے عرش سے وہی نسبت ہے جو مرکز کو محیط سے ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے اصلی وطن کی طرف منقلب ہوتا ہے اور دنیا سے آخرت کی طرف پھرتا ہے۔ کرامتیں اور معجزات سب آدمی کے دل کی قدرت سے ہیں اور اسی سے برپا ہوتے ہیں۔ بدن کے سارے اعضاء ہاتھ، پاؤں، آنکھ، زبان، تفکر سب دل کے حکم کے تابع ہیں اللہ نے اسے پیدا کر کے اسے ایک سلطنت لشکر اور سواری عطا فرمائی تا کہ عالم سفلی سے عالم بالا کی سیر کرے گویا اگر کوئی اس کی بندگی کا حق ادا کرنے کا خواہش مند ہو تو اسے چاہیے کہ بادشاہ کی طرح حکومت کرے مسند پر براجمان ہو۔ بارگاہ ربوبیت کو اپنا مقصود اور آخرت کو اپنا حقیقی وطن بنائے۔ پھر اسے دلی نور عطاء ہوتا ہے جس سے دنیا کے میدان جنگ میں عقل اور ایمان اس کے ہاتھ میں رہتی ہے۔ خود نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: "تم اپنے دلوں سے بھی فتوے لیا کرو اگرچہ مفتی فتوے دے چکیں"۔

قلب وہ روح ہے جو بدن میں چھپی رہتی ہے اور جسم سے تمام انسانی اعمال کا ظہور ہوتا ہے روح لطیفہ بدن کا ربّ، حسی حیات کا مصدر، نوائے انسانی پر فیضان حیات کا منبع ہے۔ یہ وہی پرتو ہے جس کے جسم میں آنے سے جسم زندہ ہو جاتا ہے اور جب یہ جسم سے نکل جائے تو جسم کو موت آ جاتی ہے۔ یہی حرکت کا سبب ہے۔ جب دل میں روح داخل ہوتی ہے تو دل بالذات روح

ہوجاتا ہے۔یعنی دل روح کا مقام ہے۔یہ وہ شعور ہے جس کا براہ راست خالق سے رابطہ و رشتہ ہے۔یہ روح حیوانی پر ایک اضافی چیز ہے جس کا نور روح حیوانی پر ڈالا جاتا ہے جس سے روح انسانی بیدار ہوتی ہے قرآن میں اس روح کے پھونکنے سے قبل انسان کا ذکر محض صیغہ غائب میں کیا گیا۔"اس کی تخلیق کی گئی"۔"اس کی نسل چلائی گئی"۔ "پھر اس کے اندر روح پھونکی"۔گویا وہ اس وقت تک خطاب کے لائق نہ تھا۔پھر جب روح پھونک دی گئی تو فرمایا گیا تم کو کان دیئے۔ تم کو آنکھیں دیں،تم کو دل دیا۔گویا حامل روح ہونے کے بعد ہی انسان اس قابل ہوا کہ اس سے مخاطب ہوا جا سکے۔اس لئے ضروری ہے کہ انسان اپنے دل یعنی قلب یعنی اس روح سے روشناس ہو۔اس کی پہچان کرے کیونکہ وہ ایک عمدہ گوہر ہے۔اس کا تعلق ملائکہ کے جنس سے ہے اس کا اصلی مخزن بارگاہ ربوبیت ہے۔دل سے مراد روح کی حقیقت ہے اور جب تک دل کو جان نہ لیا جائے اس کی حقیقت سے ناآشنا رہے گا۔خدا تعالیٰ نے موسیٰؑ کی طرف وحی بھیجی کہ میں نے اپنے بندہ کے جوف میں ایک گھر بنایا ہے اور اس کا نام دل رکھا ہے،اس کی زمین معرفت ہے۔ اس کا آسمان ایمان ہے اسکا آفتاب شوق ہے،اسکا چاند محبت ہے۔اس کی مٹی ہمت ہے۔اس کی بجلی امید ہے،اسکا ابر فضل ہے،اس کی بارش رحمت ہے۔اس کا درخت دنیا ہے۔اسکا پھل حکمت ہے اسکا دن فراست ہے اور یہی اس کی روشنی ہے اس کی رات معصیت ہے اور یہی تاریکی ہے۔ اس میں ایک دروازہ علم کا اور ایک حلم کا ہے۔ایک دروازہ یقین کا ایک دروازہ غیرت کا اور اس میں ایک ستون انس کا،ایک ستون توکل کا،ایک ستون صدق کا اور اس میں فکر کا قفل لگا ہوا ہے۔

مجاہدہ نیک اعمال اور اخلاص کی بنیاد ہے۔اللہ تعالیٰ اور اس کا عرش بندہ مومن کے دل میں سما جاتے ہیں،جس دل میں خدا کا عشق آجائے اس میں غیر اللہ کا حصہ حرام ہو جاتا ہے۔ چونکہ یہ اللہ کا گھر ہے اس لئے علماء حکماء اور فقراء اس کو توڑنے سے گریز کا حکم دیتے ہیں۔دل کا

توڑنا دوست سے دوری ہے۔عشق میں اس کی قربت ہے۔خواجہ معین الدینؒ کی ایک رباعی اس طرح ہے کہ "عشق آیا اور میرے رگ و ریشہ میں خون کی طرح داخل ہوگیا۔عشق نے مجھے اپنے آپ سے خالی کردیا میرے اندر دوست بھر دیا۔میرے وجود کے سب اجزاء دوست نے لئے اور میرا نام ہی رہ گیا باقی سب وہی ہے"۔

مناقب رومی میں شیخ فریدالدین عطارؒ کے حوالے سے لکھا ہے:

"دل تو لوح محفوظ ہے۔تو جو چاہے گا اس سے ملے گا اور جو دیکھنا چاہے گا، دل میں نظر آئے گا"۔

یحییٰ بن معاذیؒ سے مروی ہے کہ مومن کا دل ایک جوف دار گوشت کا لوتھڑا ہے جس سے ربانی جوہر بھرا ہوتا ہے۔اس کے اردگرد فردانیت کا باغ ہوتا ہے۔اس کے نیچے نورانی صحن ہوتا ہے۔مجربات امام غزالیؒ میں لکھا ہے کہ جو قلب صحیح اور ایک علت سے سالم ہے۔اس پر معلومات ملکوت سے کوئی بات پوشیدہ نہیں ہوتی کیونکہ قلب صحیح حق کا وطن ہے۔حضرت علیؓ نے اپنے مواعظ میں نور باطن پر بحث کی ہے۔سید الشہداء کی مناجاتیں تو اسکی تجلی سے لبریز ہیں۔(صحیفہ کاملہ) قلب کا سرا سکا لطائف کو ادراک کرنا ہے جس کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔بصیرت، تذکرہ، مراقبہ، تمیز، اور فکر۔حق تعالیٰ کی معرفت اور اس کا مشاہدہ ہی قلب کی صفت ہے۔جو عبادت کا مکلف ہے۔اسی کو احکامات جاری کئے جاتے ہیں اور اسی کی حقیقت اور صفات کو پہچاننا حق تعالیٰ کی معرفت کی کنجی ہے۔عارفین کا بیان ہے کہ دلوں کو معرفت سے سجایا گیا ہے اور انہی میں ہدایت کے چراغ روشن ہیں۔روحانی ترقی کے لئے مکمل ترک نفس، ذکر و فکر الٰہی اور مکمل انہماک لازم ہے۔اسی انجذاب اور توجہ قلب سے ہی ذات باری اور حق کی معرفت حاصل کی جاسکتی ہے۔یہی قلب حق تعالیٰ کی معرفت کا محل ہے۔اس کا کام سعادت کی تلاش ہے کیونکہ اس کو آخرت کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔قرب الٰہی کی نیت حقیقی عبادت ہے۔پھر حق ان لوگوں کے

دلوں سے کلام کرتا ہے۔جو خلوص نیت سے قلب یعنی عقل کل سے کام لیں۔خدا تعالیٰ اپنے خاص بندوں کو "فی سرہ قلبی" کسی توسل کے بغیر علم بخشتا ہے، یہی علم لدنی ہے۔انسان کے نظام فکر میں دل ہی وہ مرکز ہے جہاں دوست کا گزر ہوتا ہے جس سے دوئی کا کائناتی تصور انسانی رشتہ سے بالکل نکل جاتا ہے۔جیلانی کامران نے لکھا:"یہ نظام فکر انسانی، دل کو مرکز بنا کر دوست کو ہر جگہ حاضر اور موجود گردانتا ہے"۔قلب کی دنیا کے عجائبات کی انتہا نہیں۔تمام جسم میں اسی دل کو تمام بزرگی اور شرافت حاصل ہے۔یہ مقام اسے قدرت کے سبب حاصل ہے۔کہا گیا کہ قلب کے اندر صاف خون کے بارہ قطرے ہوتے ہیں۔یہی خون زندگی کا مرکز ہے اور انہی قطروں میں سے ایک قطرہ روح کا مرکز ہے۔عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ خدا کے ذہن میں سو بندے ایسے ہیں جن کے دل آدمؑ کے دل کی طرح ہیں۔اور چالیس ایسے ہیں جن کے دل موسیٰؑ کے دل کی طرح ہیں اور سات ایسے ہیں جن کے دل ابراہیمؑ کے دل کی طرح ہیں اور پانچ ایسے ہیں جن کے دل جبرائیل کی طرح ہیں۔اور تین ایسے ہیں جن کے دل میکائیل کی طرح ہیں اور ایک بندہ ہے جس کا دل اسرافیل کی طرح ہے۔یافعیؒ نے کسی کی روایت سے بیان کیا کہ حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے قلب کا ذکر نہیں فرمایا کیونکہ خدا تعالیٰ نے آپ ﷺ کے قلب مبارک سے اشرف کوئی قلب پیدا نہیں کیا۔

اخلاق حسنہ انسانیت کی بنیاد

(مولانا ممتاز عالم)

آئر لینڈ کی ایک مثل مشہور ہے اگر دولت گئی تو کچھ نہیں گیا، صحت گئی تو کچھ گیا اور اخلاق گیا تو سب کچھ چلا گیا۔ اخلاق ایک انسانی روّیہ کا نام ہے، دنیا کا کوئی بھی مذہب ایسا نہیں ہے جو اپنے پیروکاروں کو اخلاقی قدروں کی تعلیم نہ دیتا ہو اور ایسا کیوں نہ ہو کہ اخلاقی قدروں کے بغیر انسانی زندگی نامکمل سمجھی جاتی ہے۔ ایک انسان اگر اخلاقی قدروں سے خالی ہے تو وہ صحیح معنوں میں انسان ہی نہیں ہے۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ اخلاق انسانیت کی روح اور اس کی بنیاد ہے، انسان اگر پھول ہے تو اخلاق رنگ و بو، انسان اگر مجسمہ ہے تو اخلاق اس کی صورت کی زندہ حقیقت۔

جس طرح ایک پھول بغیر رنگ و بو کے بیکار ہے، ایک جسم بغیر روح کے نا قابل توجہ اور ایک صورت بغیر حقیقت کے زندہ اور متحرک نہیں ہو سکتی، اسی طرح ایک انسان بغیر اخلاق کے کاغذی تصویر کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انسانی زندگی کے ہر شعبے مثلاً سیاست و قیادت، صنعت و حرفت اور تجارت وغیرہ میں اخلاقی قدروں کی کارفرمائی نظر آتی ہے۔ اخلاق کیلئے انسان کا ضمیر جوابدہ ہے، قانون کی خلاف ورزی پر عدالت سے سزا ملتی ہے، مگر اخلاق کے اصولوں کی پابندی رضا کارانہ طور پر کی جاتی ہے۔ اخلاقی اصول و ضوابط ہر ملک، ہر دور میں موجود رہے ہیں، اور دنیا کے ہر مذہب نے اخلاقی قدروں کا درس دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر اب تک جتنے پیغمبر، پیشوا، ہادی اور مصلح وغیرہ دنیا میں تشریف لائے ہیں وہ اخلاقی قدروں کی تبلیغ کرتے رہے ہیں۔ مگر اخلاق کا جو ہمہ گیر درس مذہب اسلام نے دیا، دنیا کے دیگر جملہ مذاہب اس سے خالی ہیں۔

اسلام نے اخلاق کو اعلیٰ ترین مقام و مرتبہ عطا فرمایا، یہاں تک کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ''میں اس لئے بھیجا گیا ہوں کہ اخلاق حسنہ کی تکمیل کروں''۔ اس سے واضح ہوا کہ اسلام سے قبل اخلاق حسنہ کی تکمیل نہیں ہوئی تھی، بلکہ ہر قوم کو ان محدود معاشرتی و سماجی زندگی کے مطابق انہیں اخلاقی قدروں کی تعلیم دی گئی تھی، مگر چونکہ رسول اکرم ﷺ کی ذات اقدس پر دین کی تکمیل ہوئی تھی اس لئے آپ ﷺ کو دنیا کا سب سے بڑا معلم اخلاق بنا کر بھیجا گیا۔

قرآن پاک میں ارشاد ہو'' **اِنَّكَ لَعَلٰى خُلق عظيم** ۔'' یعنی آپ ﷺ ہی خلق عظیم کی بلندیوں پر فائز ہیں اور پھر رسول اکرم ﷺ نے اخلاق کی ہر ہر قدر کو نکھارا اور سنوارا اور دنیا کے سامنے ایک مکمل ترین نظام اخلاق کی صورت میں پیش فرمایا جس کو دیکھ کر دنیا کے ہر باشعور انسان نے اس کی عظمت و بلندی کا اعتراف کیا۔ رسول اکرم ﷺ نے بعض جگہ اخلاق کو جنت میں جانے کا ذریعہ قرار دیا۔ ارشاد فرمایا: ''تم جنت میں نہیں جا سکتے جب تک تم مومن نہ بنو اور تم مومن نہیں بن سکتے جب تک آپس میں محبت نہ کرو، کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتاؤں کہ اگر تم اسے اختیار کر لو تو باہم محبت سے رہنے لگو،'' آپس میں سلام کو رواج دو (پھیلاؤ) رسول اکرم ﷺ نے ایک دوسری جگہ ارشاد فرمایا: ''انسان ایمان کی حقیقت کو اس وقت پائے گا جب وہ لوگوں کیلئے بھلائی میں سے وہی پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ ایک اور مقام پر اخلاقی قدروں کو اسلام کیلئے اس طرح مشروط فرمایا کہ مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے لوگ محفوظ رہیں۔

رسول اکرم ﷺ نے اخلاق کے حاملین کو مومن اور بُرے اخلاق والوں کو منافق فرمایا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا کہ مومن وہ ہے جو وعدہ کو پورا کرے، جب گفتگو کرے تو اس کی زبان سے سچ ہی نکلے، جب اس کو امانت دار بنایا جائے تو وہ امین ثابت ہو، خیانت نہ کرے، ایک جگہ اور ارشاد فرمایا جو بے وفائی کرے، جھوٹ بولے خیانت کرے، غیبت اور چغلی کرے وہ منافق ہے۔ یہاں تک کہ بغیر محاسن اخلاق کو اپنائے ہوئے محض نماز اور روزہ بھی کارآمد اور موجب نجات نہیں ہے۔

رسول نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے ارشاد فرمایا تم جانتے ہو کہ میری اُمت کا نادار

اور مفلس شخص کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا جس کے پاس مال نہ ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا نہیں، بلکہ وہ شخص جو نماز اور روزہ لے کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوا، مگر اس نے لوگوں کے حقوق پر ڈاکے ڈالے تھے، ان کے اموال غصب کیے تھے، غیبت اور چغلی کی تھی، خونِ ناحق کیا تھا، پس جب اللہ کی بارگاہ میں اس کے خلاف لوگ فریاد کریں گے، تو اس کے سارے اعمال فریادیوں کو دے دیئے جائیں گے اور اس کو جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

ایک دفعہ ایک صحابیؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! ہمارے پڑوس میں دو عورتیں ہیں ایک تو شب و روز عبادت میں مشغول رہتی ہے، مگر پڑوس والے اس کی بد اخلاقی سے ناخوش اور نالاں ہیں اور دوسری محض فرائض و واجبات ہی ادا کرتی ہے مگر پڑوسی اس سے خوش ہیں۔ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جس کے پڑوسی خوش ہیں وہ اچھی ہے اور جنت میں جانے والی ہے۔ قرآن کریم میں متعدد مقامات پر اخلاق کا درس موجود ہے ان میں سے چند کو پیش کیا جا رہا ہے:۔

1) ''اپنے ربّ کی راہ کی طرف بلاؤ پکی تدبیر اور اچھی نصیحت سے اور ان سے اس طریقے پر بحث کرو، جو سب سے بہتر ہو بے شک تمہارا ربّ خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بہکا اور خوب جانتا ہے راہ والوں کو اور اگر تم سزا دو تو ایسی سزا دو جیسی تمہیں تکلیف پہنچائی اور اگر تم صبر کرو تو بے شک صبر والوں کو سب سے اچھا ہے''۔ (النحل: ۱۲۵-۱۲۶)

2) ''اور زمین میں فساد نہ پھیلاؤ اس کے سنورنے کے بعد اور اس سے دعا کرو اس سے ڈرتے اور طمع کرتے بے شک اللہ کی رحمت نیکیوں سے قریب ہے''۔ (الاعراف: ۵۶)

3) ''اور جب تمہیں کوئی کسی لفظ سے سلام کرے تو تم اس سے بہتر لفظ میں جواب کہو یا وہی کہہ دو بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر حساب لینے والا ہے''۔ (النساء: ۸۶)

4) ''ان کے اکثر مشوروں میں کچھ بھلائی نہیں مگر جو حکم دے خیرات یا اچھی بات یا لوگوں میں صلح کرنے کا اور جو اللہ کی رضا چاہنے کو ایسا کرے اسے عنقریب ہم بڑا ثواب دیں گے''۔ (النساء: ۱۱۴)

معاشی نظام کا استحکام

(مولانا فضل الرحمٰن بن محمد الازہری)

کسی بھی ملک وقوم کی معیشت اس وقت تک مستحکم نہیں ہوسکتی جب تک اس ملک میں بسنے والے اور اس قوم سے تعلق رکھنے والے عوام الناس خوشحال نہ ہوں۔عموماً ملکوں اور قوموں میں جب خوشحالی آتی ہے تو ان کی اخلاقی قدریں پست ہوجاتی ہیں لیکن اسلامی نظام معیشت کی یہ خوبی ہے کہ معاشی استحکام کے ساتھ اخلاقی اور دینی قدروں کی بلندی کا بھی خیال رکھا جاتا ہے بلکہ یوں کہنا زیادہ مناسب ہوگا کہ دینی اور اخلاقی قدروں کی وجہ سے اسلامی نظام معیشت میں استحکام پیدا ہوتا ہے۔کیونکہ اسلامی معاشرے کے افراد ایک جسد واحد کی صورت اختیار کر لیتے ہیں جیسا کہ مسلم ومشکوٰۃ کی روایت کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ترجمہ: ''سب مومن آپس میں ایک جسد واحد کی طرح ہیں۔اگر اس کی آنکھ کو تکلیف ہو تو سارا جسم اسے محسوس کرتا ہے اور اگر سر کو ہو تو سارا بدن اسے محسوس کرتا ہے۔''

لہٰذا مالدار حضرات اپنے دینی بھائیوں اور بہنوں کی غربت وناداری کا احساس کرتے ہوئے ان کی امداد کرنا اپنا دینی فریضہ سمجھتے ہیں۔ان کا یہ ایمان ہوتا ہے کہ رزق میں فراخی اللہ کی طرف سے ہوتی ہے۔اس شخص پر اللہ کا خاص فضل وکرم ہوتا ہے جسے اپنی نعمتوں سے مالا مال کردیتا ہے۔ان کی یہ بھی سوچ ہوتی ہے۔اللہ تعالیٰ اگر انہیں تنگ دست بنا دیتا تو وہ اللہ کا کیا کر لیتے۔چنانچہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملنے والے رزق کا وہ شکریوں ادا کرتے ہیں کہ کھلے دل سے معاشرے کی فلاح وبہبود اور ترقی کے لئے خرچ کرتے ہیں۔

اللہ کا یہ قانون ہے۔اس کے دیئے ہوئے رزق میں سے جو اللہ کی مخلوق پر خرچ کرتے ہیں اور دین کی سربلندی کے لئے اپنے مال وقف کر دیتے ہیں تو ان کے مالوں میں اللہ تعالیٰ

برکتیں نازل فرماتا ہے۔دنیا و آخرت کے غم وحزن اور خوف سے بے نیاز کر کے بے حساب اجر و ثواب سے نواز دیتا ہے۔سورۃ البقرہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: " وہ لوگ جو اپنے مالوں کو دن رات (پوشیدہ اور علانیہ طور پر) خرچ کرتے ہیں پس ان کے لئے ان کے ربّ کے پاس اجر ہے،ان پر نہ خوف ہوگا اور نہ ہی وہ غم زدہ ہونگے۔"

حضرت ابوھریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ترجمہ: " ہر روز جب بندے صبح کرتے ہیں تو دو فرشتے نازل ہوتے ہیں۔ان میں سے ایک کہتا ہے یعنی دعا کرتا ہے۔اے اللہ! خرچ کرنے والے کو اور دے اور دوسرا کہتا ہے اے اللہ روکنے والے کے مال کو تلف کر دے۔" **(بخاری ، مسلم)**

اس سے معلوم ہوا، اسلامی تعلیم ہی یہ ہے اگر اللہ مال و دولت سے نوازے تو اللہ کی مخلوق پر خرچ ہونی چاہئے۔اس کی مخلوق کو بھی اس سے فائدہ پہنچنا چاہیے اور جس کو اللہ تعالیٰ مال و دولت سے نوازے اور وہ خرچ کرنے کی بجائے بخل کا مظاہرہ کرے تو ایسے لوگوں کے لئے قرآن پاک میں بڑی سخت وعید ہے۔سورۃ آل عمران میں ارشاد باری تعالیٰ ہے؛

ترجمہ: " اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کو اپنے فضل سے مال عطا کر رکھا ہے وہ ہرگز گمان نہ کریں وہ ان کے لئے بہتر ہے (نہیں) بلکہ ان کیلئے وہ برا ہے۔عنقریب قیامت کے اور اس مال کو جس کے خرچ میں انہوں نے بخیلی کی،انکے گلوں کا طوق بنا دیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند ہے کہ اس کے دیئے ہوئے مال کو اس کے حکم کے مطابق خرچ کیا جائے۔کیونکہ حقیقی طور پر رزق میں تنگی یا وسعت اسی کی مرضی سے ہوتی ہے قرآن حکیم میں متعدد بار ارشاد ہوا ہے: "اللہ اپنے بندوں میں سے جس کے لیے چاہتا ہے رزق فراخ کر دیتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے رزق تنگ کر دیتا ہے۔"

جب رزق میں فراخی اور تنگی اللہ ہی کے حکم سے ہوتی ہے تو پھر تنگی کا خوف کبھی بھی مسلمان پر طاری نہیں ہونا چاہئے۔اس نے جس شخص کے لئے جو مقدر کر رکھا ہے۔وہ ہر حال میں

اس تک پہنچنے والا ہے۔یہی وجہ ہے کہ اسلام رزق حرام سے بچنے اور رزق حلال کا طالب رہنے کا حکم دیتا ہے۔رسول اللہ ﷺ کا ارشادگرامی ہے،فرمایا:

"بے شک رزق بندے کواسی طرح تلاش کرتا ہے جس طرح اس کی موت اسے تلاش کرتی ہے۔"

قرآن وسنت کی تعلیم مسلمان میں توازن پیدا کرتی ہے ۔ جہاں اسے اللہ پر توکل کرنے کا حکم دیا جاتا ہے،وہاں اسے یہ بھی تلقین کی جاتی ہے کہ کائنات کے کارخانے کو متحرک رکھنے کے لئے جوظاہری اسباب تمہیں دیئے گئے ہیں ان کوامانت ودیانت کے ساتھ استعمال میں لاؤ۔یہ تو ٹھیک ہے کہ رزق اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی ملتا ہے لیکن اس پر بھی یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ قرآن وسنت کی تعلیم کے مطابق وہ زندگی کے جس شعبہ میں مصروف ومشغول ہے وہاں کسی قسم کی خیانت کا مرتکب نہ ہو۔کاروباری انسان ہے تو اسلامی تعلیم کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنے مال میں حرام کی آمیزش نہ ہونے دے۔اللہ ہی پر توکل رکھتے ہوئے صاف ستھرا کاروبار کرے۔

اگر ملازمت پیشہ ہے تو جس کام کا اسے معاوضہ دیا جاتا ہے ۔اس کو ایمانداری کے ساتھ سرانجام دے۔اپنی ضروریات زندگی کو اپنے قابو میں رکھے تا کہ ایسا نہ ہو کہ ملنے والا معاوضہ نا کافی ہوجائے اور غلط ذرائع استعمال کرنے کا تصور شیطان اس کے ذہن میں پیدا کردے۔

صنعتکار معاشی استحکام میں بڑا ہی اہم کردار ادا کرتے ہیں کیونکہ موجودہ دور میں سرمایہ کاری زیادہ تر صنعت ہی میں ہوتی ہے۔جتنی زیادہ سرمایہ کاری ہوگی اتنی ہی صنعت پھیلے گی۔جتنی صنعت پھیلے گی اتنے ہی روزگار کے مواقع مہیا ہونگے۔ملکی ضرورت کی اشیاء ملک کے اندر ہی بننی شروع ہو جائیں گی۔ملک کا ہر قیمتی زرمبادلہ صرف ان اشیاء پر خرچ ہوگا جن کی درآمد کے بغیر چارہ نہیں ۔

اسلام نے حلال وحرام میں تمیز کی قید لگا کر نظام معیشت کو عدم استحکام سے محفوظ رکھا ہے۔کیونکہ حرام زمرے میں آنے والا سرمایہ کبھی اسلامی نظام معیشت کو مستحکم نہیں ہونے دیگا۔ سود کی مثال اس سلسلہ میں بڑی اہمیت کی حامل ہے۔

اگر کوئی صنعتکار صنعتکاری میں ذاتی دس لاکھ روپیہ لگائے اور بیس لاکھ سودی قرضہ کی

صورت میں کسی سودی لین دین کرنے والے ادارے سے دس فیصد پر حاصل کرے تو جو بھی مال اس کے کارخانے میں بنے گا، اس پر آغاز ہی میں سود کی شرح شامل ہو جائے گی۔ یعنی صارفین کو صنعتکار کے منافع پر دس فیصد زیادہ دینا ہوگا۔ اگر قرضے کا سود وقت پر ادا نہیں ہو پاتا تو شرح میں اور اضافہ ہوتا جائے گا اور اگر اس کارخانے میں تیار ہونے والا مال مارکیٹ میں مندے کا شکار ہو جائے تو وہ کارخانہ دیوالیہ کی نذر ہو جاتا ہے۔ اسی لئے اسلام نے شروع سے ہی سود سے بچنے کا حکم دیا۔ کیونکہ اس کا عوام الناس پر ہی اثر پڑتا ہے۔ کوئی بھی شخص اپنی جیب سے خرچ کرنے کو تیار نہیں ہوتا۔ سب سے اہم بات یہ ہے۔ جس سے قرآن وسنت نے منع کیا ہے۔ اس میں اللہ کا فضل کبھی بھی شامل حال نہیں ہو سکتا۔

اسی طرح جو ملک اناج کی ضرورت کو ملک کے اندر پورا نہیں کر پاتا وہ بھی عدم استحکام کا نشانہ بنا رہتا ہے۔ کیونکہ اناج کے بغیر زندگی کی گاڑی رواں دواں نہیں رہ سکتی۔ یہ ایسا شعبہ ہے جس پر زیادہ سے زیادہ توجہ ہونی چاہئے۔ بے آباد زمینوں کو آباد کرنے کی ممکنہ حد تک کوشش ہونی چاہئے۔ تاکہ عوام الناس کو ان کی اہم ترین ضرورت جتنی بھی سستی مہیا ہو سکے ہونی چاہئے۔

معاشی نظام معیشت میں استحکام اسی وقت ہو سکتا ہے جب ساری قوم اللہ اور اس کے حبیب محمد رسول اللہ ﷺ کے قائم کردہ اصولوں کو اپناتے ہوئے دینی اور قومی جذبے کے تحت معاشی جہاد میں شریک ہو جائے۔ جو اشیاء ہماری بقاء وسلامتی کا سبب اور ذریعہ ہیں ان کی تیاری اندرون ملک ہو۔ جو بے فائدہ اور غیر ضروری ہیں ان سے اجتناب کیا جائے۔ قومی سرمائے کو بیکار شعبوں میں ضائع نہ ہونے دیا جائے۔

باقاعدہ منصوبہ بندی کے تحت بے روزگاری کو ختم کیا جائے، لوگوں کو کام کر کے روٹی کمانے کی عادت ڈالی جائے، گداگری کی لعنت سے بچایا جائے۔ قوم کا ہر فرد اپنا مشن بنائے، اس نے معاشی نظام معیشت کے استحکام میں اپنی استطاعت کے مطابق کردار ادا کرنا ہے۔ جب ہم میں یہ جذبہ پیدا ہو جائے گا تو ہم اللہ کے فضل سے کسی کے محتاج نہیں رہیں گے۔ پاکستان کی معیشت مستحکم ہو جائے گی۔

ذرۂ خاکِ وطن

(حکیم محمد سعیدؒ)

ہر ذرۂ خاکِ وطن سے محبت اس مضمون کا عنوان جلی ہے جس پر ہمیں غور وفکر کرنا ہے۔ یہ محبتوں کے اس سلسلہ پرسوز کی انتہائی اہم کڑی ہے جو ضمیر ''ہمدرد'' کی پکار اور ''ہمدرد'' کے دل کی آواز ہے۔ مجھے یقین ہے کہ یہ ہر صاحب قلب کا انداز شاید آپ میں سے بعض کے لئے تعجب کا باعث ہو اور ان کے دل ودماغ میں یہ گمان پیدا ہو رہا ہو کہ یہ عنوان اس مرکزی آفاقیت کی نفی کرتا ہے جو ''ہمدرد'' کی ہر پکار کی نمایاں خصوصیت رہی ہے میں اس شک کے پہلوؤں پر غور کرتا ہوں تو جذبہ تشکر واطمینان کے ساتھ یہ محسوس کرتا ہوں کہ یہ دعوت محبت اس مرکزی آفاقیت سے کسی طرح متعارض نہیں ہے جو ''ہمدرد'' کی علامت اور اس کا مقصود واحد ہے۔

اس عنوان خطاب نے اگر کسی ذہن میں متعین اور پر زور مقصدیت وروایت سے اعراض کا اشکال پیدا کیا ہے تو اس کا سبب اس عنوان کے مخصوص الفاظ ہیں جن سے ایک جذبہ فراواں پہاڑی چشمے کی طرح ابلتا ہوا معلوم ہوتا ہے یہ ظاہر یوں لگتا ہے کہ دل بے قرار کی یہ کیفیت ایک پجاری کی آشفتہ سر کی غماض ہے جو اس مرکزی آفاقیت اور سلامت روی کے سراسر خلاف ہے جس کی طرف میں اشارہ کر چکا ہوں، تمثیل واشارے سے نکل کر کھلی اور کھری بات کہی جائے تو میں بلا خوف یہ اعلان کرنا چاہوں گا کہ وطن کی مٹی کے ہر ذرے سے محبت کی ان دونوں اقسام کے درمیان ایک شرط لازم حد فاصل کا کام دیتی ہے اسلام کے دائرہ حیات میں عقائد وتصورات، جذبات واحساسات اور افکار واعمال میں سے کوئی چیز ایسی نہیں جو مستقل بالذات انسانی وفاداریوں کا منبع ومرجع ہو۔ یہاں محبت وعداوت کی ساری بوقلمونی اس نکتہ اصل پر آکر ٹھہرتی ہے کہ محبت ہو یا عداوت، صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہونی چاہئے۔

یہ محض خیال آفرینی یا طلسم افلاطونی نہیں' بلکہ اقبال کے الفاظ میں حقائق ابدی اس کی اساس ہیں۔اس کی مثالیں ڈھونڈنے کے لئے کوئی خوردبین درکار نہیں' بلکہ عہد رسالت ﷺ کی پوری تاریخ اس نکتے کی روح پرور تشریح ہے۔میں کس کس واقعے کو چن کر آپ کو دکھاؤں! یہاں تو ساری زندگی اسی سے عبارت ہے۔یہاں محبت' وطن سے محبت کی خاطر نہیں ہے' بلکہ تمام دوسرے عمرانی مظاہر کی طرح اس کا سر رشتہ بھی اللہ تعالیٰ کی ذات واحد کی محبت کے ساتھ بندھا ہوا ہے۔وطن برائے وطن کی میں تردید کرتا ہوں' بلکہ وطن سے محبت کی ان تمام اقسام کا پرزور انکار کرتا ہوں جو توحید الٰہی کے سوا کسی اور تصور کے ساتھ وابستہ ہو۔میرے نزدیک وطن سے محبت کی ہر دوسری قسم کفر و شرک کی آئینہ دار ہے اور اقبال نے بجا طور پر مغرب کے جدید تصور وطن کو عہد حاضر کا سب سے بڑا بت قرار دیا ہے۔ہماری یہ دعوت ضرور ہے کہ خاک وطن کے ہر ذرے سے محبت کریں' لیکن ہم مٹی کے ذروں کے پجاری نہیں۔وطن سے ہماری محبت اس سے کہیں زیادہ اعلیٰ' پاکیزہ اور گہری ہے۔ہمیں وطن اس لئے عزیز ہے' اور عزیز از دل و جاں ہونا چاہئے' کہ پاکستان اس تصور انسانیت کا گہوارہ بننے کے لئے بنایا گیا ہے جو اسلام کا لازمی اور ابدی مقصود ہے پاکستان اس تصور کا خاکی پیرہن ہے جس کے بغیر وہ تصور بروئے عمل نہیں آسکتا۔

یہ عزم و آرزو صرف اس لئے نہیں کہ اس ملک کی غالب اکثریت اسلام کے نام لیواؤں پر مشتمل ہے اس رشتے اور اس تعلق کے تقاضے یہ چاہتے ہیں کہ ہم پاکستان کے ساتھ اپنی محبت کو قطعی طور پر اخلاق اور اخلاص کی بنیادوں پر استوار کریں۔اگرچہ یہ رشتہ خود اتنا مضبوط اور اس کا تقاضا خود اتنا اٹل ہے کہ بجائے خود یہ ایک بے مثال محرک بنتا ہے' لیکن صرف اتنی بات کافی نہیں۔وطن سے محبت کے اسلامی تقاضے اس حد تک تو دوسرے تمام مسلم ممالک میں بھی پائے جاتے ہیں۔

اس مرحلے پر آکر آپ کو اپنے انداز فکر میں انقلاب برپا کرنا ہوگا اور اس کا ادراک کرنا ہوگا

کہ عالم انسانی میں پاکستان کی حیثیت منفرد، قطعی جداگانہ اور سراسر امتیازی ہے۔ دنیا کے نقشے پر کوئی اور دوسرا ملک ایسا موجود نہیں جسے مخلوط، مجہول اور پراگندہ قومیت کے چنگل سے ایک شعوری جدوجہد کے تحت نکال کر الگ بنایا گیا ہو اور ایسا کرنا اس فکر عنوان ہو کہ یہاں مسلمان اپنی زندگی اسلامی تقاضوں کے مطابق ڈھال سکیں۔ مدینہ منورہ کی اسلامی ریاست کے قیام کے تقریباً چودہ سو سال بعد تاریخ میں یہ پہلی مثال ہے کہ کرۂ ارض پر کوئی ملک ایسے متعین مقصد کے لئے قائم ہوا ہو۔ تاریخ ہی کے حوالے سے مجھے یہ کہنے دیجئے کہ پاکستان کا ظہور و قیام اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمت کا نشان ہے۔ اگر آپ نے اسے اندھے جذبات کی ٹامک ٹوئیاں سمجھا ہے تو لازماً یہ فکر غیر صحیح ہے۔ ٹھوس واقعات پر انگلی رکھ کر میں آپ کو یاد دلانا چاہتا ہوں کہ برصغیر ہندوستان کے مسلمانوں کے خوابوں، ان کی قربانیوں اور ان کی دعاؤں کو شرف قبولیت کس شان سے بخشا گیا۔ اس دن نزول قرآن کی ساعت مقدس تھی اور رمضان المبارک کی ۲۷ تاریخ تھی کہ جب پاکستان وجود میں آیا۔

یہ نوشتہ دیوار اس ملک وملت کے لئے واضح نوشتہ تقدیر تھا جسے ناشکری، تضحیک اور تذلیل کا نشانہ بنایا جاتا رہا ہے۔ مسلمانان ہند کی طویل جدوجہد اور تائید ایزدی کے واضح اور بلیغ اشارے کے باوجود ہم نے اپنی پہچان کو پانے سے مسلسل انکار کیا ہے۔ جب ہماری قیادت کی دعوے دار صفوں سے کبھی ''اسلام ہمارا مذہب، جمہوریت ہماری سیاست اور سوشلزم ہماری معیشت'' کی تثلیث نو کے نعرے بلند ہوتے ہیں اور جب یہ کہا جاتا ہے کہ حکومت کا مذہب سے کوئی تعلق نہیں ہونا چاہئے تو دل خون کے آنسو روتا ہے۔

میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ''راہرو پشت بہ منزل'' کا کردار آخر کب تک ہم اپنے لئے سرمایہ افتخار سمجھتے رہیں گے؟ منزل کا تعین تو مسلمانوں کی تاریخی جدوجہد آزادی اور تائید غیبی نے کر دیا تھا۔ پھر یہ کفر و شرک کی بولیاں کیوں اور کب تک؟ قرآن حکیم نے تو اسلام کو دین اکمل قرار

دیا ہے۔کیا اس بے مثال سند کے بعد بھی مسلمانوں کی صفوں سے ایک نئی تثلیث اور لادینیت کی آوازیں اٹھ سکتی ہیں؟ یہ اجتماع ضدین ہے۔اس سے مسلمانوں میں انتشار تو پیدا کیا جا سکتا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس طرح تھوڑی دیر کے لئے حالات کے دھارے کو گدلا کر دیا جائے' لیکن اس سے حقیقت نہیں بدلے گی اور سوادِ اعظم کا ایمان وشعور ان آزمائشوں سے عہدہ برآں ہو کر اپنی اصل منزل کی جانب رواں دواں رہے گا۔

پاکستان کی سرزمین کے ذرے ذرے سے ہماری محبت کا ہر لحظہ تقاضا یہ ہے کہ ہم اس کی بقا وسلامتی' اس کی تعمیر وترقی اور اس کے تحفظ وکمال کے لئے دل وجان سے ہر وہ کوشش کریں کہ جو زندگی کے تمام شعبوں میں قرآن وسنت کے مطابق ہو۔ہماری غیرت اور حمیت کا تقاضا صرف اور صرف یہی ہو سکتا ہے کہ ہم ۱۴ اگست کو فراموش کریں' ۲۷ رمضان المبارک' یوم نزول قرآن' کو یوم پاکستان اور عید پاکستان قرار دیں اور ایک لمحے کے لیے بھی یہ فراموش نہ کریں کہ یہ سرزمین رب ذوالجلال کا انمول انعام ہے کہ پاکستان میں بسنے والی امت مسلمہ شیوہ عشق کو بھول نہیں گئی ہے۔

آیئے! اسے وظیفہ حیات بنانے کے لیے ہم اپنی جانیں وقف کر دیں اور بارگاہ ایزدی میں اس راہ میں استقامت کی دُعا کریں۔

امراض نفس اور ان کا علاج

(حکیم محمد اسلم شاہین)

آدمی کا سب سے زیادہ دشمن اس کا اپنا نفس ہے جو ہر انسان میں موجود ہے یہ بدی کی طرف مائل کرتا اور نیکیوں میں سستی دلاتا ہے۔آدمی کو اس کے درست اور تزکیہ کرنے اور عبادات پر آمادہ کرنے اور شہوت سے روکنے کا حکم ہوا ہے اگر انسان اپنے نفس کا محاسبہ نہ کرے تو یہ سرکش ہو جاتا ہے اور نصیحت سننے سے بھی گریز کرتا ہے۔ نفس میں سات عیوب ہیں:

1-خودپسندی 2-غرور 3-ریاکاری 4-غصہ 5-حسد 6-مال کی محبت

7-جاہ وجلال کی طلب۔اور دوزخ کے دروازے بھی سات ہیں جو ان سات عیوب کو اپنے اندر سے نکال دے۔اس کیلئے انشاءاللہ دوزخ کے ساتوں دروازے بند کر دیئے جائیں گے۔چنانچہ حدیث پاک میں ارشاد ہے:

''دانا آدمی وہ ہے جس نے اپنے نفس کو مطیع کیا اور آخرت کیلئے نیک عمل کئے اور احمق وہ ہے جس نے اپنے نفس کو خواہشوں کے تابع کیا اور اللہ تعالیٰ سے آرزوؤں کی تمنا کی''۔

لہٰذا ہر انسان کو چاہئے کہ اپنے نفس کو ملامت کرتا رہے اور کہے کہ تو نہیں جانتا کہ جنت اور دوزخ تیرے سامنے ہے اور تو عنقریب ان میں سے ایک میں جائے گا پھر تو خوش کیوں ہوتا ہے اور فانی چیزوں میں مشغول کیوں رہتا ہے حالانکہ تجھ سے ہر چیز کا حساب لیا جائے گا شاید آج یا کل یا پرسوں تجھے موت آدبالے کیا تو یہ نہیں جانتا کہ موت جب آتی ہے تو یکا یک آتی ہے نہ کوئی پہلے اس کا قاصد نہ وعدہ نہ پیغام آتا ہے اور نہ اس کا پتہ ہے کہ دن کو آئے گی یا رات کو لڑکپن میں نہ آئے اور جوانی میں آجائے بلکہ ہر ایک سانس میں ناگہاں موت کا آنا ممکن ہے۔ اے نفس! موت تو اتنی نزدیک ہے اور تو اس کی تیاری نہیں کرتا کیا تو اس آیت پر غور کر کے نہیں سمجھتا:

''لوگوں کا حساب نزدیک اور وہ غفلت میں منہ پھیرے ہوئے ہیں''۔

حضرت ابراہیم تیمی رحمتہ اللہ علیہ کا فرمان ہے میں نے اپنے آپ کو یہ سمجھا کہ جنت میں ہوں اس کے پھل کھا رہا ہوں اس کی نہروں سے پانی پی رہا ہوں، حوروں سے معانقہ ہو رہا ہے۔ پھر میں نے اپنے آپ کو یہ سمجھا کے دوزخ میں ہوں اس کا کانٹوں والا تھوہر کھا رہا ہوں اس کا پیپ پی رہا ہوں بیڑیوں اور زنجیروں میں جکڑا ہوا ہوں اس کے بعد میں نے اپنے نفس کو کہا: بتاؤ! کیا چاہتے ہو نفس نے کہا میں چاہتا ہوں کہ دنیا میں مجھے لوٹا دیا جائے تا کہ نیک عمل کروں میں نے کہا تیری بات پوری ہوئی۔ (یعنی تو دنیا میں ہے) لو! اب نیک اعمال کرو۔ (مکاشفہ القلوب)

روایت میں ہے کہ حضور اکرم نور مجسم ﷺ کی بارگاہ میں ایک آدمی حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! مجھے نصیحت فرمایئے فرمایا' کیا تو نصیحت کا طلبگار ہے اس نے جواب دیا ہاں! فرمایا: جب تم کسی بات کا ارادہ کرو تو اس کے انجام کو سوچ لو اگر اچھا ہے تو کر ڈالو اور اگر اس کا انجام سرکشی (برائی) ہے، تو رُک جاؤ۔ اے نفس! تو خدا عزوجل کی نافرمانی پر جرأت مت کر! وہ تجھ کو دیکھ رہا ہے۔ اگر اللہ عزوجل کو اپنے اوپر مطلع سمجھ کر نافرمانی کرتا ہے تب تو بڑا سخت بے حیاء ہے یا تو یہ سوچتا ہے کہ اللہ عزوجل کریم ہے اس کو کسی کی عبادت کی حاجت نہیں جس کو چاہے بخش دے، جس کو چاہے نہ بخشے تو اے نفس! تو یہ جانتا ہے کہ خدا تعالیٰ صرف آخرت ہی میں کریم ہے، دنیا میں نہیں!!! اگر دونوں میں ہی ہے تو دنیا کے کاموں پر اس کے کرم پر یقین کیوں نہیں رکھتا! جب کوئی تیرا دشمن تم کو تکلیف دیتا ہے تو اس سے بچنے کیلئے ہر آدمی سے مشورہ لیتا ہے اور اس سے نجات کیلئے بیسیوں حیلے کرتا ہے، اس وقت کرم الٰہی عزوجل پر یقین کہاں جاتا ہے اور جو کام روپیہ پیسہ کے بغیر سرانجام نہیں دیتا اس وقت تو ہر آدمی محتاج ہوتا ہے۔ کیوں نہیں کہتا اللہ کریم اپنے خزانہ غیب سے یا کسی کے ہاتھ بھیج دے گا اور ہاتھ پاؤں ہلانے کے بغیر ہی مل جائے گا۔

اے نفس! یہ سب تیرے جھوٹے دعوے ہیں اس لئے کہ تو زبان سے دعویٰ ایمان کرتا ہے مگر نفاق کا اثر تجھ پر ظاہر ہے۔ "دیکھئے پروردگار کیا فرما رہا ہے:

"اور نہیں کوئی جاندار زمین پر مگر اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے اس کا رزق"۔ (۱۲/ھود ۲)

''اور ہر انسان کو وہی کچھ ملے گا جس کیلئے اس نے کوشش کی۔'' (النجم: ۳۹)

ان آیات سے معلوم ہے کہ خالص دنیا کے کاموں کی کفالت اللہ عزوجل نے اپنے ذمہ لے رکھی ہے اور آخرت کو آدمی کی کمائی پر منحصر رکھا ہے۔ مگر آدمی اپنے افعال سے ایسا لگتا ہے کہ جس چیز کا خدا تعالیٰ ذمہ دار ہے اس پر تو بادلوں کی طرح برستا ہے اور آخرت کو خدا پر چھوڑ دیا ہے اور اس سے یہ بالکل روگردان ہے یہ ایمان کی نشانی نہیں۔ اگر زبان سے صرف ایمان مکمل ہوتا تو منافقین دوزخ کے سب سے نیچے درجے میں کیوں جاتے اے نفس! کیا تو روزِ حساب پر ایمان نہیں رکھتا!

دیکھئے: سورۂ عبس کی آیت ۱۷ تا ۲۲ میں ارشاد ہے:

''غارت ہو انسان وہ کتنا فراموش ہے کس چیز سے اللہ تعالیٰ نے اسے پیدا کیا۔ ایک بوند سے اسے پیدا کیا پھر اس کی ہر چیز اندازہ سے بنائی پھر زندگی کی راہ اس پر آسان کر دی پھر اسے موت دی اور اسے قبر میں پہنچا دیا پھر جب چاہے گا اسے دوبارہ زندہ کر دے گا۔''

پھر کیا تو اس کو جھوٹ سمجھتا ہے کہ جب وہ چاہے گا تجھ کو مرنے کے بعد اٹھا کھڑا کر دے گا اگر سچ جانتا ہے تو پھر اس کے احکامات سے غافل کیوں ہے۔

اگر کوئی ڈاکٹر وغیرہ تجھے کہہ دے کہ تیرے مرض میں فلاں کھانا مضر ہے پھر اگر وہ کھانا تیرے تمام کھانوں سے لذیذ تر ہو پھر بھی تم صبر کرو گے۔ اب ہم پوچھتے ہیں کہ جس نبی علیہ السلام کا تو اُمتی ہے ان کا فرمان اور خدا تعالیٰ کا فرمان تیرے نزدیک اتنا بھی نہیں کہ ایک ڈاکٹر کے قول کے برابر ہو کہ اس کا تم پر اثر ہوتا ہے۔ لیکن اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات کا تجھ پر کوئی اثر نہیں افسوس صد ہا افسوس! اے نفس! یہ کام دانش مندوں کا نہیں ہے اگر تیرا یہ حال چوپایوں پر کھول دیا جائے تو وہ تجھ پر اور تیری عقل پر ضرور تعجب کریں گے۔ اے کم بخت! اگر تو آخرت پر ایمان رکھتا ہے تو پھر کس وجہ سے عمل میں سستی کرتا ہے موت تو تیری گھات میں لگی ہوئی ہے شاید یہی آج کا دن تیرا آخری ہو یا تم اس انتظار میں ہو کہ جب نفس کی مخالفت دشوار معلوم نہ ہوگی پھر عبادت شروع کریں گے یاد رکھیئے ایسا دن نہ خدا نے پیدا کیا ہے نہ پیدا کرے گا۔ جنت تو نفس

پر گراں باتوں اور نیک عمل ہی سے ملے گی۔ سوچ تو سہی کہ ہر روز تو وعدہ کرتا ہے کہ کل کروں گا اور کل کرتے کرتے ہر ایک کل آج ہو جاتا ہے جب آج ہی نہ کیا تو کل کیا کرے گا۔ شاید تو یہ عذر کرے کہ میں اتنی مشقت نہیں اُٹھا سکتا لذات و شہوات کا حریص ہوں اور تکلیف اور مشکل پر صبر نہیں کر سکتا تو یہ بات بھی تیری پرلے درجے کی حماقت ہے کہ آج تو دنیا میں نفس کے خلاف تھوڑی سی تکلیف برداشت نہیں کرے گا تو یاد رکھ! اگر خدانخواستہ قبر و آخرت میں اللہ عزوجل کا عذاب شروع ہو گیا تو وہ کیسے برداشت کرے گا۔

اے نفس! دنیا کی زندگی پر مغرور مت ہو اور اپنا وقت ضائع مت کر کہ چند سانس گنتی کے تجھ کو ملے ہیں تیری زندگی مسلسل برف کی طرح گھٹتی چلی جا رہی ہے۔ لہٰذا بیمار ہونے سے بیشتر تندرستی کو اور مشاغل سے بیشتر فارغ ہونے کو مفلسی سے پہلے تونگری کو اور بڑھاپے سے پہلے جوانی کو اور موت سے پہلے زندگی کو غنیمت جان تو اس قدر ثواب و عذاب اور احوال قیامت سے غافل کیوں ہے۔ کیا تو دنیا کی لذتوں کو چھوڑ نہیں سکتا کہ اس کی مثال تو اس طرح کی ہے کہ کسی شخص کو بادشاہ اپنے محل کی سیر کرنے کا اور دوسرے دروازے سے نکل جانے کا حکم کرے اور وہ شخص کسی خوبصورت چیز کو دیکھ کر وہاں مصروف ہو جائے اور اس کا نکلنے پر جی نہ چاہے اور بادشاہ کے حکم اور آنے جانے کو بھول جائے اور آخر کار حکماً نکالا جائے تو بتایئے کہ ایسا شخص عاقل ہو گا یا عقل کا دشمن۔

اے نفس! تو گزرے ہوئے لوگوں کا حال نہیں دیکھتا کہ وہ اپنے عالی شان مکانوں، زمینوں اور ملکوں کو چھوڑ کر چل دیئے اور ایسی ایسی اُمیدیں کرتے تھے کہ جن تک پہنچ نہ سکے اور موت نے انہیں منوں مٹی تلے سلا کر رکھ دیا اور یہ کام دانش مندوں کا نہیں جب سے تو اپنی ماں کے پیٹ سے نکلا ہے اس روز سے تو اپنی عمر کی دیوار گراتا چلا جا رہا ہے اور مال کے زیادہ ہونے سے خوش ہوتا ہے اور عمر کے کم ہونے کا غم نہیں کرتا اگر عمر کم ہوئی اور مال بڑھا تو ایسے مال سے تجھے کیا فائدہ ہے۔ اے کم بخت! تو آخرت سے دل چراتا ہے اور وہ تیری طرف دوڑی آ رہی ہے اور تو دنیا کی طرف ہمہ تن متوجہ ہے اور وہ تجھ سے روگرداں ہو رہی ہے۔

اے نفس! تو بڑا ہی سرکش ہے اور بے عقل ہے کہ نہ ہی دنیا ملی نہ ہی دین ملا اب یہ سمجھ کہ موت بالکل نزدیک آ گئی ہے۔ جو کچھ کرنا ہے اب جلدی کر ورنہ تیری طرف سے نہ کوئی نماز پڑھے گا نہ روزہ رکھے گا اور نہ ہی عبادت کرے گا۔ اب تو خدا تعالیٰ کو راضی کر لے اور گناہوں بھری زندگی کو چھوڑ کر تائب ہو جا نہیں جانتا کہ موت تیرے وعدہ کی جگہ ہے اور قبر تیرا گھر ہے اور قیامت کا خوف تیرے پیچھے لگا ہوا ہے۔

اے کم بخت! تجھ کو ذرا شرم نہیں آتی کہ ظاہر کو تو خلقت کے واسطے بناتا ہے اور باطن میں گناہ کر کے خدا کو ناراض کرتا ہے خلق سے شرم ہے اور خالق عزوجل سے نہیں! کیا وہ تجھے خلقت کی نسبت کم دیکھتا ہے۔ لوگوں کو تو خیر کی طرف بلاتا ہے اور آپ برے کام کرتا ہے۔ اوروں کو یاد دلاتا ہے اور خود اس پاک ذات کو بھولا ہوا ہے۔ شیطان کی طرف نہیں دیکھتا کہ اس نے دو لاکھ سال عبادت کی اور آخر ایک نافرمانی کے سبب اس کا انجام کیا ہوا تو باوجود اتنی خطاؤں کے پھر بھی دنیا کو آباد کرتا ہے آخر تو اس دنیا کو چھوڑے گا نہیں۔ قبرستان والوں کا حال کیوں نہیں دیکھتا جنہوں نے بہت مال جمع کیا تھا اور مضبوط مکان بنوائے تھے اور کیا تجھ کو ان کے حال سے عبرت حاصل نہیں ہوتی۔

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

جہاں میں ہیں عبرت کے ہر سو نمونے
مگر تجھ کو اندھا کیا رنگ و بو نے

کبھی غور سے یہ دیکھا ہے تو نے
جو آباد تھے وہ محل اب ہیں سونے

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

حسن ظاہر پر اگر تو جائے گا
عالم فانی سے دھوکہ کھائے گا

یہ منقش سانپ ہے ڈس جائے گا
کر نہ غفلت یاد رکھ پچھتائے گا

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

کوچ ہال اے بے خبر ہونے کو ہے
کب تلک غفلت سحر ہونے کو ہے

باندھ لے تو شہ سفر ہونے کو ہے
ختم ہر فرد بشر ہونے کو ہے

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

حقیقت میں یہ دنیا کی لذتیں خواب کی طرح ہیں جو بندہ دنیا کی رنگینیوں میں کھویا ہوا ہے وہ یقیناً غفلت کی نیند سویا ہوا ہے۔لیکن موت آنے پر وہ جاگ اٹھے گا یاد رکھیئے! نفس امارہ بندے کے حق میں ابلیس سے زیادہ دشمن ہے، ابلیس اسی کے ذریعے سے آدمی پر غلبہ پا کر برائی کی طرف گامزن کرتا ہے اور نیکی کے کاموں سے دور رکھتا ہے۔

لہٰذا نفس جس چیز کا خواں رہتا ہے اس کے خلاف کرنا چاہئے اپنے نفس کے کسی فریب میں نہ آنا چاہئے عموماً خواہشوں اور لذتوں سے دور رکھنا ہی اس کا محاسبہ ہے نفس کے مارنے اور اس کا محاسبہ کرنے کے متعلق یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر نفس ختم ہو جائے تو حقوق العباد اور دنیوی نظام کیسے چلے گا تو اس کی آسان فہم مثال یہ ہے کہ جس طرح حکماء لوگ سنکھیا' ورقیہ' شنگرف یا چاندی وغیرہ مارتے ہیں اور ان کے اندر لطافت پیدا کرتے ہیں کہ ان کے اوصاف مضر ختم ہو کر تریاقیت قبول کریں حالانکہ پہلے ان کے زہریلے اثرات انسان کی جان پر اثر انداز ہو سکتے اب بوٹیوں کے پانیوں میں کھرل کر کے پھر ان کو آگ دے کر ان کے زہریلے اثرات ختم ہو کر اکسیری صفات پیدا ہو جاتی ہیں اور چند خوراکوں سے ہی کمزور کو فائدہ ہوتا ہے اس کے علاوہ اور امراض میں بھی تریاق ثابت ہوتے ہیں۔

اسی طرح نفس کے اوصاف زہریلا' خبیثہ، ذکر و اذکار کی بوٹیوں سے مرشد کامل شریعت کی آگ میں مارتا ہے اور اس کے اندر اوصاف حمیدہ آجاتے ہیں اب یہی انسان چند روز قبل زندگی کا مجسمہ تھا اب یہی حسن اخلاق کا پیکر بن گیا اور نماز روزہ اور دیگر عبادات میں شب و روز لگا ہوا ہے۔

خوف

(حضرت شیخ عبدالقادر عیسیٰ الشاذلی)

حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مستقبل میں کسی ناپسندیدہ چیز کی توقع کی وجہ سے دل میں جو الم وحزن اور جلن پیدا ہوتی ہے اسے ''خوف'' کہتے ہیں۔اور یہ خوف کبھی تو گناہوں کے ارتکاب کی وجہ سے ہوتا ہے اور کبھی اللہ تعالیٰ کی ان صفات کی معرفت سے جو خوف کا سبب بنتی ہیں۔خوف کی یہ قسم اکمل واتم ہے۔کیونکہ جس کو اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہو جائے تو یقیناً اس میں خوف کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

''اللہ کے بندوں میں سے صرف علماء ہی (پوری طرح) اس سے ڈرتے ہیں''۔(فاطر:۲۸)

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو حکم دیا ہے کہ وہ صرف اسی سے ڈریں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:''اور صرف مجھ ہی سے ڈرا کرو''۔اور اسی طرح اللہ تعالیٰ نے مومنین کی مدح فرمائی ہے اور انہیں خوف کے ساتھ منصف فرمایا ہے: ارشاد فرمایا:''ڈرتے ہیں اپنے رب کی قدرت سے''۔(نحل:۵۰)

اور خوف کو کمال ایمان کی شرط قرار دیا ہے' جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:''مجھ سے ہی ڈرا کرو اگر تم مومن ہو''۔(آل عمران:۱۷۵)

اور اس شخص کو دو جنتیں عطا فرمانے کا وعدہ فرمایا ہے جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرتا ہے یعنی دنیا میں علوم ومعارف اور آخرت میں ابدی نعمتوں کی جنت۔ارشاد فرمایا:

''اور جو ڈرتا ہے اپنے ربّ کے روبرو کھڑا ہونے سے تو اس کو دو باغ ملیں گے''۔(الرحمٰن:۴۶)

اور اسی طرح اس کیلئے جنت الماوٰی کا وعدہ بھی فرمایا' جیسا کہ یہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

.....

''اور جو ڈرتا ہوگا اپنے ربّ کے حضور کھڑا ہونے سے اور اپنے نفس کو روکتا رہا ہوگا (ہر بری) خواہش سے یقیناً جنت ہی اس کا ٹھکانہ ہوگا''۔(النازعات:۴۰)

شیخ احمد زروق فرماتے ہیں کہ خشیتِ الٰہی کا وجود عمل پر برا نگیختہ کرتا ہے۔اور خشیت الٰہی سے مراد دل میں اللہ تعالیٰ کی عظمت و وقار کا پیدا ہونا ہے۔اور خدا کے انتقام سے دل کے سہم جانے کو خوف کہتے ہیں۔

خوف اس شخص میں پیدا ہوتا ہے جو آئندہ پیش ہونے والے خطرات کو بھانپ لیتا ہے پھر احکام الٰہیہ کی پابندی کرتا ہے اور کسی حالت میں بھی فرائض کی بجا آوری میں کوتاہی نہیں کرتا۔ بلکہ اس کیلئے اپنی جان کی بھی پرواہ نہیں کرتا۔اس وقت خوف ظاہری جسم سے روح کی طرف منتقل ہوجاتا ہے۔اس حالت میں عارف پر آہ و بکا کی جو کیفیت ہوتی ہے۔اس کا ادراک اہل صفا ہی کرسکتے ہیں۔

شیخ عبدالوہاب شعرانی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت رابعہ بصریہؒ کو یہ مقام حاصل تھا۔کیونکہ ان پر اکثر آہ و بکا اور حزن کی کیفیت طاری رہتی تھی۔آپ جب بھی نارِ جہنم کا ذکر سنتیں تو پہروں آپ پر غشی طاری رہتی۔آپ کی سجدہ گاہ آنسوؤں کی کثرت کی وجہ سے چھوٹے سے حوض کی شکل اختیار کرگئی تھی اور ایسے معلوم ہوتا کہ نارِ جہنم کی تخلیق صرف آپ کیلئے ہے' درحقیقت آپ پر یہ کیفیت خشیت الٰہی کی وجہ سے طاری رہتی۔اور آپ کو یہ پختہ یقین تھا کہ نارِ جہنم کے علاوہ ہر چیز آسان ہے اور اللہ تعالیٰ سے بعد اور دوری کے علاوہ ہر مصیبت سہل ہے۔

صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ محبّ کو جامِ محبت اسی وقت پلایا جاتا ہے جب اس کا دل خوف کی بھٹی سے گزر کر پختہ ہوجائے۔اور جس کو یہ کیفیت حاصل نہ ہو وہ آہ و بکا کی قدر و قیمت نہیں جان سکتا۔ اور جس نے جمالِ یوسفؑ کا مشاہدہ نہ کیا ہو وہ یعقوبؑ کے غم و حزن کا اندازہ نہیں لگا سکتا۔

بزرگ فرماتے ہیں کہ خائف وہ نہیں جو رونے کے بعد اپنے آنسوؤں کو صاف کرلے بلکہ حقیقت میں خائف وہ ہے جو ہر چیز کو ترک کردے جس سے عذاب کا خوف ہو۔

حضرت ابوسلیمان درانی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''خوف جونہی دل سے جدا ہوتو وہ برباد ہو جاتا ہے'' تمام خائفین کا ایک ہی مرتبہ نہیں ہوگا۔ بلکہ وہ خوف کے مختلف مراتب پر فائز ہوتے ہیں۔ ابن عجیبہؒ اس کے تین مراتب فرماتے ہیں۔ ان کا خوف عقاب وعذاب اور ثواب کے محرومی کی وجہ سے ہوتا ہے۔ یہ عتاب الٰہی اور قرب کی سعادت سے محروم ہونے سے ڈرتے ہیں۔ یہ صرف اس لئے ڈرتے ہیں کہ سوءادب کی وجہ سے دیدار کی لذتوں سے محروم نہ ہو جائیں۔

دعائے مغفرت

بابا جان محمد یعقوب صاحب کی ساس

گکھڑ سے بھائی عبدالقیوم ہاشمی کی پھوپھو

گوجرانوالہ سے بھائی محمد اقبال کی بہن

راولپنڈی سے بھائی محمد شریف چیمہ کے جواں سال پوتے

(انور جاوید چیمہ کے بیٹے)

شجاع آباد سے بھائی سید عابد کبیر شاہ، سید رحمت اللہ شاہ

اور سید ابراہیم شاہ کے مشترکہ ہم زلف

گوجرانوالہ سے بھائی اقبال صاحب کے بہنوئی

بقضائے الٰہی وفات پا گئے ہیں (إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ)

مرحومین کی مغفرت اور بلندی درجات کیلئے دعا فرمائیں۔

بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی شہرہ آفاق تصانیف

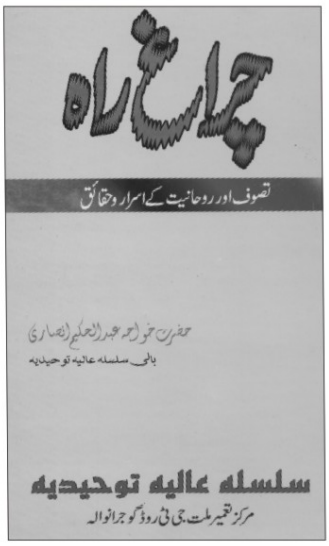

کتاب ہذا بانی سلسلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے خطبات پر مشتمل ہے۔ جو آپ نے سالانہ اجتماعات پر ارشاد فرمائے اسمیں درج ذیل خصوصی مسائل پر روشنی ڈالی گئی۔سلوک وتصوف میں ذاتی تجربات ،مرشد کی تلاش کے دس سالہ دور کا حال۔زوال اُمت میں اُمراء ،علماء،صوفیاء کا کردار۔علماء اور صوفیاء کے طریق اصلاح کا فرق۔تصوف خفتہ اور بیدار کے اثرات اور تصوّف کے انسانی زندگی پر اثرات۔سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے قیام سے فقیری کی راہ کیونکر آسان ہوئی۔

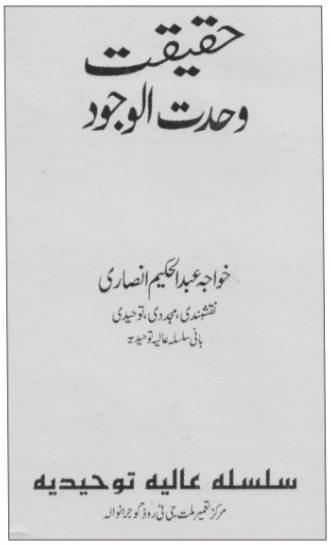

وحدت الوجود کے موضوع پر یہ مختصر سی کتاب نہایت ہی اہم دستاویز ہے۔مصنّفؒ نے وحدت الوجود کی کیفیت اور روحانی مشاہدات کو عام فہم دلائل کی روشنی میں آسان زبان میں بیان کردیا ہے۔ آپ نے جن دیگر موضوعات پر روشنی ڈالی ہے وہ یہ ہیں:۔حضرت مجدد الف ثانیؒ کا نظریہ وحدت الشہود، انسان کی بقاء اور ترقی کیلئے دین کی اہمیت اور ناگزیریت، بنیادی سوال جس نے نظریۂ وحدت الوجود کو جنم دیا اور روحانی سلوک کے دوران بزرگان عظّام کو ہوجانے والی غلط فہمیاں۔

سلسلہ توحیدیہ کی مطبوعات

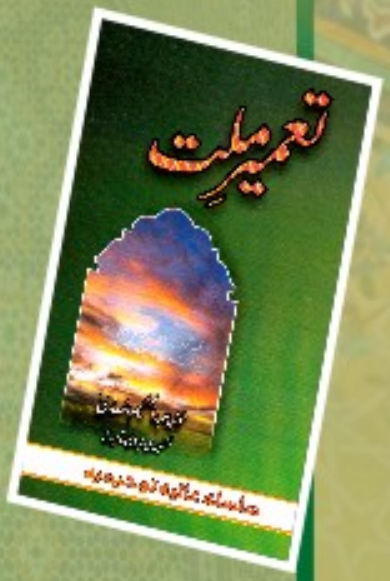

قرونِ اولیٰ میں مسلمانوں کی بے مثال ترقی اور موجودہ دور میں زوال وانحطاط کی وجوہات، اسلامی تصوف کیا ہے؟ سلوک طے کرنے کا عملی طریقہ، سلوک کا ماحصل اور سلوک کے ادوار، ایمان محکم کس طرح پیدا ہوتا ہے؟ عالم روحانی کی تشریح، جنت، دوزخ کا محل وقوع اور ان کے طبقات کی تعداد، انسانی روح کی حقیقت کیا ہے؟ روح کا دنیا میں آنا اور واپسی کا سفر، اسلامی عبادات، معاملات، اور اخلاق وآداب کے اسرار ورموز اور نفسیاتی اثرات، امت مسلمہ کے لئے اپنے کھوئے ہوئے مقام کے حصول کیلئے واضح لائحہ عمل۔

یہ کتاب سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا آئین ہے۔ اس میں سلسلے کی تنظیم اور عملی سلوک کے طریقے تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ جو لوگ سلسلہ میں شامل ہونا چاہتے ہیں انہیں یہ کتاب ضرور پڑھنی چاہئے۔ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے تصوف کی تاریخ میں پہلی مرتبہ فقیری کا مکمل نصاب اس چھوٹی سی کتاب میں قلم بند کردیا ہے۔ اس میں وہ تمام اوراد، اذکار اور اعمال واشغال تفصیل کے ساتھ تحریر کردیئے ہیں جس پر عمل کرکے ایک سالک اللہ تعالیٰ کی محبت، حضوری، لقاء اور معرفت حاصل کرسکتا ہے۔

Reg: CPL - 01
Website www.tauheediyah.com